امامت

آیت اللہ دستغیب

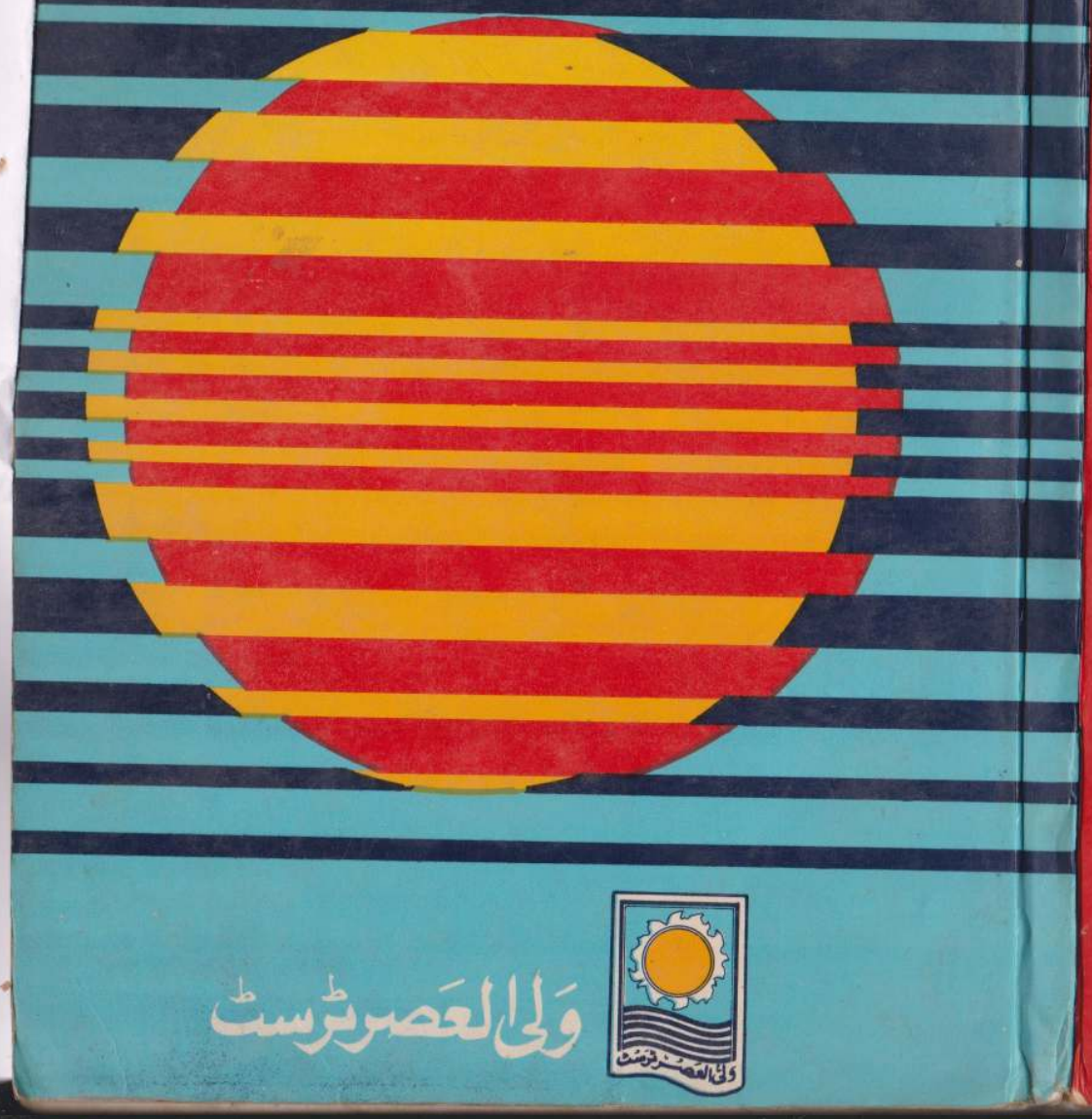

ولی العصر ٹرسٹ

ولی العصر ٹرسٹ

رتہ متہ ضلع جھنگ

فہرست کتب

برائے سال ۹۱-۱۹۹۰ء مطابق ۱۱-۱۴۱۰ھ

مفتاح الجنۃ ہدیہ ۶۵ روپے چار چار کے اعداد پر مجالس کا ترجمہ از: آقائی مقدس زنجانی	جہاں بعد از ظہور (زیر طبع)	مصلح غیبی ہدیہ ۳۶ روپے از: آقائی سید حسن البطی	حضرت علیؑ ولادت سے شہادت تک از: آقائی کاظم قزوینی (زیر طبع)
انوار الخمسہ ہدیہ: ۷۰ روپے پانچ پانچ کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ از: آقائی مقدس زنجانی	صحیفۃ العابدین / علوم کاظمیہ ہدیہ ۳۰۰ روپے ہدیہ ۲۰۰ روپے از: سید اولاد حیدر فوق بلگرامی	ملاقات بہ امام زمانؑ جلد اول ۵۰ روپے از: آقائی سید حسن البطی جلد دوم ۴۵ روپے	حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ولادت سے شہادت تک از: آقائی کاظم قزوینی (زیر طبع)
انوار الزہراؑ ہدیہ ۵۰۰ روپے از: آقائی سید حسن البطی	تاریخچہ عزاداری حسینی از: آقائی شیر آستانی - ہدیہ ۵۰ روپے	تذکرہ المعصومین ہدیہ ۵۰ روپے از: سید علی نقی جائسی	مہیج الاحزان زیر طبع از: آقائی سید یزدی علی اللہ مقامہ
سید الشہداء / مہدی موعود ہدیہ ۴۰۰ روپے ہدیہ ۳۰۰ روپے از: آیت اللہ دستغیب	عزاداری از دیدگاہ مرجعیت شیعہ از: علی غلامی - ہدیہ ۴۵ روپے	المہدی الموعود المنتظر زیر طبع جعفر بن محمد مکی	امامت / ولایت ۲۵ روپے زیر طبع آیت اللہ دستغیب
زندگانی حضرت فاطمۃ الزہراؑ / زندگانی حضرت زینبؑ قیمت ۵۵ روپے قیمت ۳۰ روپے بمجالس آیت اللہ دستغیب	تحفہ وظائف ابرار کامل زیر طبع	رجعت یا حکومت اہل بیت رسول از: آقائی خادمی شیرازی - ہدیہ ۴۲ روپے	ریاض الاحزان اسیری سادات از: آقائی محمد قذوینی - ہدیہ ۷۲ روپے
نفس المہموم ہدیہ ۱۲۵ روپے از: شیخ عباس قمی ترجمہ سید صفدر حسین نجفی	منہج الدعوات زیر طبع	امام المہدی من المہدی الظہور از: آقائی سید کاظم قزوینی - ہدیہ ۴۵ روپے	عالم ارواح عجیب آقائی حسن البطی (زیر طبع)
معالی السبطین جلد اول ۹۰ روپے جلد دوم ۸۰ روپے	ریاحین الشریعہ پانچ جلدیں - از: آقائی مطلق	جزیرہ خضراء از: ناجی نجار - ہدیہ ۴۵ روپے	تحفہ اعمال امامیہ (زیر طبع)
ریاض القدوس جلد اول ۹۰ روپے جلد دوم ۱۰۰ روپے	حضرت عباسؑ / مسلم بن عقیل زیر طبع از عبدالرزاق مقرم	طول عمر امام زمانہ ہدیہ ۳۰ روپے از: علی اکبر مہدی پور	السبطان فی موقوف امام (صلح امام حسنؑ بجنگ امام حسینؑ) مؤلف: سید العلماء علی نقی نقوی آل اللہ مقامہ
علی فی القرآن ہدیہ ۷۵ روپے از: سید صادق حسینی شیرازی	صلح امام حسنؑ (آل یٰسین) زیر طبع	تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین از: ظفر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ - ہدیہ ۱۲۵ روپے	مقتل امام حسینؑ (زیر طبع) از: عبدالرزاق مقرم
مہدی فی القرآن ہدیہ از: سید صادق حسینی شیرازی ۴۰ روپے	مظلومیہ کربلا مؤلف: حکیم سید عالم شاہ کاظمی	الشہد المسموم فی تاریخ المعصومؑ از: سید ظفر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ ہدیہ ۳۰ روپے	حجت اثناء عشری (زیر طبع)
پرواز روح ہدیہ ۳۶ روپے از: آقائی سید حسن البطی	ولایت و علم امام زیر طبع از: آقائی حسن حجت	ذبح عظیم ہدیہ ۶۰ روپے از: سید اولاد حیدر فوق بلگرامی	علی اکبر (زیر طبع) از: عبدالرزاق مقرم

مجموعہ زندگانی چہاردہ معصوم علیہم السلام (زیر طبع) • اسرار الشہادت (زیر طبع) • الدمعۃ الساکبہ از: آقائے محمد باقر (زیر طبع)

افتخار بکڈپو - اسلام پورہ لاہور
فون نمبر ۲۳۳۶۸۶

اسٹاکسٹ: ۹ شیر شاہ بلاک - نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور
پوسٹ کوڈ ۵۴۶۰۰

نگرانئ اِمام میں ہو گا یہ نیک کام
اچھا ہے وقت خواب کی تعبیر کے لئے
محشر میں فاطمہؑ تجھے کر دیں گی سرخرو
اٹھ جنت البقیع کی تعمیر کے لئے
آصف لکھنوی

JANNATULBAQI PDF
Join us for Pdf Books @ Telegram Link
http://t.me/jannatulbaqii
App:- JANNATUL BAQI on Google Play Store
Please intsall & registered your Condemn

امامت

از

شہید محراب آیت اللہ دستغیب

مترجم: خطیب محقق بشیر انصاری

پیش کش: سید محمد شبر عباس

ناشر:

ولی العصر ٹرسٹ - رتہ متہ ضلع جھنگ

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی
فون: ۴۲۴۲۸۶

جملہ حقوق دائمی بنام ولی العصر ٹرسٹ محفوظ ہیں

نام کتاب ——— الامامت

مؤلف ——— آیۃ اللہ دستغیب رح

مترجم ——— خطیب محقق بشیر انصاری

ناشر ——— ولی العصر ٹرسٹ

پرنٹر ———

کتابت ——— محمد حیات انصاری

تعداد ——— ایک ہزار

باراوّل ——— ۱۹۹۰ء بمطابق ۱۴۱۰ھ

سٹاکسٹ:

۹ شیر شاہ بلاک - نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور

افتخار بکڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ - لاہور

برائے ایصال ثواب
سید نثار حسین ابن سید رمضان علی
اختر النساء بنت سید علی جان
سیدہ حسنیٰ بنت اخلاق حسین

فہرست

	صفحہ نمبر
مجلس اوّل	۵
مجلس دوم	۳۲
مجلس سوم	۴۷
مجلس چہارم	۵۸
مجلس پنجم	۶۴
مجلس ششم	۹۷
مجلس ہفتم	۱۲۰
مجلس ہشتم	۱۳۸
مجلس نہم	۱۴۴
مجلس دہم	خاتمہ

انتساب

میں اس کتاب کو ابو الآئمہ
امیر المؤمنین مولا علی ابن ابیطالب
علیہم السلام کی خدمت اقدس میں
پیش کرتا ہوں

سید محمد شبر عباس

عرضِ ناشر

آیت اللہ شہید محراب دستغیب کی کتاب امامۃ آپ کے ہاتھوں میں ہے جبکہ آپ کو علم ہے کہ ہمارا نصب العین ہے کہ فضائل و مصائب محمدؐ و آل محمدؐ کو زیادہ سے زیادہ آپ تک پہنچائیں۔

باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بوسیلۂ محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس کے بدلے میرے والدین، اور دیگر مؤمنین کے درجات کو بلند فرمائے۔

خاکپائے چہاردہ معصومینؑ

سید محمد شبر عباس

برائے ایصال ثواب
سید نثار حسین ابن رمضان علی
اختر النساء بنت علی جان
سید علی انصر ابن شبیر حسن
سیدہ حسنیٰ بنت اخلاق حسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس اوّل

نبوّت و امامت میں فرق

امامت کی تعریف :- ارباب عقل پر عیاں ہے کہ امامت منصب الٰہی ہے، پیغمبر خدا کی جانشینی میں دین و دنیا کی ریاست اور اس کی ہمہ گیر حاکمیت کا نام ہے، جیساکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق محققین علماءؒ اور فقہاءِ اسلام نے امامت کی عربی زبان میں یوں وضاحت فرمائی ہے

الامامۃ ھی الریاسۃ العامۃ الالٰھیۃ خلافۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الدین والدنیا بحیث یجب علی کافۃ الخلق طاعتہ

اس متن کا اردو مفہوم و ترجمہ اوپر درج ہے،۔

فارسی زبان میں ترجمہ یہ ہوگا تاکہ افادہ عام ہو،،،،.. امامت کہ چہارمین اصل از اصول است عقائد، از ریاستی کہ از طرف خدا بر خلق قرار دادہ شدہ است، امام کسے است کہ از طرف خدا حق ریاست دارد بر مردم در امر دین و دنیا ایشاں البتہ این ریاست بہ نیابت از پیغمبر است نہ مستقلاً۔

عقیدہ امامت دین اسلام کی چوتھی اصل بنیاد ہے شریعت میں عقیدہ امامت امامت سے مراد خداوند متعال کی طرف سے عوام الناس پر عطا کردہ حکومت ہے اور معنوی لحاظ سے امام کی اطاعت ساری دنیا پر واجب ہوتی ہے دوسرے لفظوں میں امام کہتے ہی اسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دینی و دنیوی معاملات میں لوگوں پر حقِ حکومت رکھتا ہو۔

البتہ یہ حکومت و ریاست امام کو پیغمبرؐ کی نیابت میں حاصل ہوتی ہے، پیغمبر و امام میں فرق یہ ہے کہ پیغمبر کو سب کچھ بنیادی طور پر بلا واسطہ خدا کی جانب سے ملتا ہے، اور امام کو نبی یا رسول کی جانشینی و نیابت میں یہ منصب با اختیار ملتا ہے یعنی امام پیغمبر خدا کا نائب ہوتا ہے بالواسطہ، اس معنی و مفہوم کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے، پیغمبر خدا کی جانب سے دین و دنیا میں لوگوں پر رئیس و حاکم ہوتا ہے بغیر واسطہ کے اور امام پیغمبر کے واسطہ سے ریاست پاتا ہے،

کیا جانشین کا مقرر کرنا پیغمبر پر واجب ہے؟

آیئے آپ اور ہم تاریخ قرآن و اسلام سے استفسار کریں کہ کیا پیغمبرانِ خدا اپنی زندگی میں اپنے جانشین کی تعیین کے بغیر اس دار فانی سے انتقال فرما گئے؟

اگر پیغمبر نے اپنے بعد خلیفہ کی تاسیس نہیں کی، نامزدگی کا اعلان نہیں کیا، تو ہمیں قیل و قال، توجیہہ و بحث کا موقع ملیگا، اور اگر انبیاء نے تعیین خلیفہ فرمائی، تو انکا عقیدہ بھی یہ تھا کہ جانشین کا معین کرنا واجب ہے، تو بلا چون وچرا امر واقعی کی طرف رجوع کرکے امامت کے بارے میں موقف حق کو تسلیم کیا جائے، قول نقل غیر کے عنوان سے یہ کہا یا مانا جائے کہ پیغمبر خلیفہ نامزد کرکے نہیں جاتے تو یہ قول یا امر خلاف عقل ہوگا، کیونکہ عقلاء یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک قوم کا سربراہ کچھ وقت کے لیئے کہیں جائے تو وہ اپنی قوم کو بغیر سرپرست و لیڈر کے نہیں چھوڑ سکتا،

اسی عقلی کلیہ اور معاشرتی قومی ضرورت کو سامنے رکھ کر یہ سوچئے کہ ایک قوم کا رہبر و سردار یا سرپرست دنیا کا نہیں بلکہ سفرِ آخرت کرے جہاں سے واپس آنا ناممکن ہے تو وہ عقلاً اپنی قوم کو بدون سرپرست چھوڑ سکتا ہے؟

اگر بدون سرپرست چھوڑ دے تو کیا وہ قوم کی بھلائی و فلاح کر کے جا رہا ہے؟ یا اپنی قوم کو گمراہی کی راہوں پر ڈالے جا رہا ہے؟

عقل انسانی اور قوم کی اجتماعی ضرورت یہ تقاضا کرتی ہے کہ دنیا سے سفرِ آخرت کرنے والا رئیسِ قوم، سردار، لیڈر اگر اپنی قوم کا ہمدرد اور مخلص ہے تو حتمی طور پر اپنے جیتے جی مرنے سے پہلے اپنے جیسا عالم، مدبر، فعال نائب دیکر جائے جو اس کی قوم کے انفرادی و اجتماعی امور کو ہاتھ میں لیکر قوم کے ریاستی و قومی امور میں خلل نہ آنے دے،

اے خود مند ملت مسلمان

تو سوچ اور سمجھ

کہ سرور کائنات، فخر موجودات، نبی خاتم، رسول اعظم، رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون عقلِ کامل کا مالک ہوسکتا ہے؟

حضور پاک، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ سے بڑھ کر کون عالم، مدبر مستقبل امت کی ضروریات کو سمجھنے والا فعال لیڈر، و قائد ہوسکتا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے خود رحمۃ العالمین بنا کر انسانیت کی ہدایت کے لیے بھیجا، کیا رسول رحمت اپنی امت اور اسلام کے مستقبل کو بغیر نائب کے کیسے بے یار و مددگار اور بے سہارا یتیم بنا سکتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ما لکم کیف تحکمون

چند دن کے سفر کے لیے خلیفہ کا تعیّن

تعیین نائب و خلیفہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت اہمیت دیتے تھے، آپؐ اپنی امت کیلئے حد درجہ بہت ہی مہربان تھے، یہاں تک کہ اگر چند دن بھی مدینہ سے باہر سفر کے لیے تشریف لے جاتے تو حتماً کسی کو اپنی جگہ متعین فرماتے،

جنگ تبوک میں آقائے نامدار کا طرز عمل امام و نائب، خلیفہ کی تعیین کے لیے قابل

ذکر، قابل قدر، اور نمونہ عمل اور واضح مثال ہے، جس سے امامت کے بارے میں اسلام اور رسولِ اسلامؐ کے حکم شرعی کو با آسانی سمجھا جاسکتا ہے،

تاریخ اسلام آج بھی بول بول کر گواہی دے رہی ہے اور صاحبانِ علم و خرد کو دعوتِ فکر و نظر دے رہی ہے کہ امام کی تعیین کا مسئلہ مخبر صادق کا کام ہے، امت رسول کا وظیفہ نہیں ہے۔

مؤرخین شیعہ و سنہ کا متفق علیہ بیان ہے کہ جب ختمی المرتبت حضرت محمد مصطفیٰ جنگ تبوک کے لیے مدینہ سے جانے کا ارادہ فرمایا تو اسلامی لشکر کو ساتھ لیکر چلنے سے پہلے، حضرت علی بن ابی طالب کو اپنی جگہ خود اپنی زبان مبارک اور ہاتھ سے پکڑ کر نائب معین فرمایا[1]

منافقوں کو حضور پاک کا یہ طرز عمل اچھا نہ لگا اور وہ لگے اعتراض سے منہ کھولنے کہ دیکھو، علیؑ کو رسولؐ نے خود اپنے سے علیحدہ کر کے پیچھے چھوڑ دیا ہے تو رسالتمآبؐ نے ان منافقوں کے مکر پر ضرب کاری لگاتے ہوئے صحابہ کرام کے مجمع عام میں حضرت علی علیہ السلام کی عظمت کو یہ حدیث پاک فرما کر چار چاند لگا دیئے

"یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی"

یا علیؑ تجھ کو مجھ سے ہرودہ نسبت و منزلت حاصل ہے، جو ہارون کو موسیٰ سے تھی بال مگر بعد نبوت نہیں،

اس حدیث سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ رسالتمآبؐ حوزہ ریاست اسلامی اور امور مسلمین کی حفاظت کو اپنے بعد خلیفہ و امام کے بغیر نامکمل جانتے تھے، یہی وجہ تھی کہ اپنی حیات طیبہ میں اسلامی ریاست کے دارالخلافہ مدینہ کو کبھی بھی اپنے بعد اپنے نائب کی موجودگی سے خالی نہ رکھا۔

---

[1] جیسا کہ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک میں یہ الفاظ ہیں خرج النبی الی تبوک فاستخلف علیاً

احکامات شرعیہ اپنے بیان کرنیوالے محافظ کو چاہتے ہیں!

علاوہ ازیں اگر کوئی شخص مسائل شرعی نہیں جانتا تو وہ کس سے پوچھے؟ لہذا عقلاً نقلاً ایک ملجا و ماویٰ کی ضرورت ہے۔

اگر غیر مسلم اقوام تحقیق و ہدایت کے لئے راہ حق پوچھیں یا یہ سوال کریں کہ رسولِ خاتم محمدؐ عربی کہاں ہیں؟

جواباً یہ کہا جائے کہ وہ سفر پر چلے گئے ہیں، تو اس وقت وہ اطمینان قلب معلومات اسلام یا ہدایت کے لیے کس طرف رجوع کریں یا کسے رہنما تسلیم کریں؟ تو کیا تم کو آپ کی عقل یہ باور نہیں کراتی کہ رسولؐ کی غیر حاضری میں اسکا ایسا نائب اور جانشین ہونا چاہیئے، جو علم، تدبر، فہم، عصمت، کلام، عمل میں نبی جیسا ہونا چاہیئے، جو احکام بھی بیان کر کے سمجھائے اور ہدایت کے ساتھ حوزہ اسلامی کے امور کی محافظت بھی فرمائے

دین اسلام کے اندرونی دشمنوں سے

آیت اللہ دستغیب لکھتے ہیں کہ ہماری دوسری دلیل یہ ہے کہ امور مسلمین اور حوزہ ریاست اسلامی کی حفاظت دشمنان اسلام خارجی و اندرونی کے سدباب اور سرکوبی کے لیے رہبر حوزہ امام، نائب حاکم کی ضرورت اور اس کا وجود از حد ضروری ہے، تاکہ بیرونی دشمنوں کے خطرات کے علاوہ اندرونی منافق ظاہر چھپے فاسقوں کا سدباب ہو کیا آپ نے یہ نہیں سنا کہ جب حضرت موسیٰؑ چالیس دن کے لیے اپنے پروردگار کے ہاں مقام میقات پر گئے تو اپنی امت کے لیے اپنے بعد اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ، جانشین نامزد کر کے گئے، اور قرآن مجید میں وضاحت موجود ہے،

وقال موسیٰ لاخیہ ھٰرون اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین - (سورۃ الاعراف)

بالکل اسلامی، قرآنی اسلوب خلافت و نیابت کو سامنے رکھتے ہوئے جناب رسول خداؐ نے بھی غزوہ تبوک کے موقعہ پر اپنے بھائی حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین نامزد فرمایا، اور مولا علیؑ کو وہی مقام دیا جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھا، لہذا عقلی طور پر واجب و لازم ہے کہ پیغمبر خداؐ اس دنیا کو چھوڑنے سے پہلے اپنا نائب مقرر کریں، یہی مسلم معاشرے کی ضرورت اور حقیقت اسلام ہے،

ختم نبوت کے بعد امامت کا عقیدہ لازمی ہے!

بحکم خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، قرآن پاک کی شہادت ملاحظہ ہو، سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲، آیت

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

نبی اکرمؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں دینِ اسلام یعنی احکام خداوندی میں سے ایک ادنیٰ سے حکم کو بھی بغیر بیان و تبلیغ کے نہیں چھوڑا، تو کیا نیابت و خلافت کی تعیین جیسے اہم عظیم ضروری حکم جس کے چھوڑنے کی عقل اجازت نہیں دیتی، کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے اس اہم مسئلہ کو بیان نہ کیا ہو؟

ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے، کہ وہ یہ عقیدہ رکھے، کہ رسول اسلام نے بغیر تعیین جانشین اس دنیا سے رحلت نہیں فرمائی۔

بصورت دیگر؛ یہ ماننا پڑے گا، کہ آپ دینی مقاصد میں ایک عظیم مقصد کو ادھورا چھوڑ گئے۔

امام کا منصوص من اللہ ہونا

نبی و رسول کی طرح امام کا معین کرنا بھی اللہ کے لیئے ہے، کیونکہ ذات احدیت خوب واقف ہے کہ کس میں امامت کی صلاحیت موجود ہے، اور امام پیغمبر کا قائم مقام، بدل اور مثل ہوتا ہے، امام علم خدا کی کان اور مظہر اسماء و صفات خدا ہوتا ہے،

لہذا امام کو مثل رسول ہونا چاہیئے، رسول و امام میں پوری مشابہت ہونی چاہیئے، اس کو ایک مثال محسوس سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے،

نانبائی کا کام کرنیوالا چند دن کیلئے اپنا تنور یا دوکان سے باہر جانا چاہے اور ساتھ یہ پسند کرے کہ اس کی دوکان کھلی رہے، کاروبار نان فروختگی بھی جاری و ساری رہے تو کیا وہ کسی بڑھی (ترکھان) کو کہے گا کہ تم میری دوکان پر کام کرو، اور اسے بند نہ رکھنا،

اب بھلا اپنی عقل پر زور دیکر سوچئے اور فیصلہ آپکے ہاتھ میں ہے، کہ کیا بڑھی، ترکھان نانبائی کا نمائندہ جانشین ہو سکتا ہے؟

کیا روٹیاں پکانے والے کا کام لکڑہارا کر سکتا ہے؟ یا

اگر کوئی معلم یا استاد سفر پر جائے اور اپنی مسند پر ایسے آدمی کو مقرر کر جائے جو، اُن پڑھ ہو تو کیا وہ طلبہ کو درس پڑھا کر معلم کا حق نیابت ادا کر سکتا ہے؟

یہ سب کام مطابق عقل ہے یا خلاف عقل؟

امام تمام صفات میں مثل نبیؐ ہونا چاہیئے: نائب کو منیب کی مانند ہونا چاہیئے، لہذا پیغمبر کے نائب و نمائندہ کو علم و عمل میں ایسا ہونا چاہیئے کہ جس نے امام کو دیکھا گویا اس نے پیغمبر کو دیکھا اگر کوئی مسئلہ نبی سے پوچھا جائے تو اسے اسکا علم ہونا چاہیئے اور یہی صفت نائب و امام میں بھی بدرجہ اتم موجود ہو، ورنہ اعتراضات کے دروازے کھل جائیں گے اور نااہل و بے بصیرت امام لولاعلیؑ لھلک... کا ورد کرتے اپنی مصنوعی خلافت کے دلائل دیتے جائیں گے،

ایک عورت کا خلیفہ ثانی پر اعتراض

تاریخ کا بیان ہے کہ خلیفہ ثانی کے عہد اقتدار میں ایکدن حضرت عمر بن الخطاب بر سر منبر تھے اور اعلامیہ جاری کیا، کہ اے گروہ ملت مسلمان عورتوں نے حق مہر زیادہ لیا تو میں کوڑوں کے ذریعے واپس لیکر بیت المال میں جمع کر دوں گا، اس اثناء میں ایک مسلم عورت کھڑی ہوئی اور اس نے کہا اے ابن خطاب تم حکم خداوند متعال کے خلاف بات کر رہے ہو،

اللہ رب العزت نے حق مہر کو جتنی مقدار میں بھی ہو جو فریقین برضا و رغبت قبول کریں حلال و جائز قرار دیا ہے، تو اسی مناسبت سے میں گائے کی کھال کے برابر مال مہر کو طلب کروں تو میں اس کی حقدار ہوں۔

آیت اللہ الظمیٰ دستغیب اسی مناسبت سے بحار الانوار سے فرمان معصوم نقل کرتے ہیں جو ہر حیثیت سے انسان کیلئے نفع بخش ہے،

بیوی کے مہر سے خریدی ہوئی شہد آب باراں کے ساتھ مرض قلب جسم کیلئے تریاق ہے۔

روایت ہے کہ ایک لاعلاج مریض حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا تم اپنی مصیبت خود بیان کرتے ہو یا میں تجھے تیری مرض کا تریاق حتمی بتاؤں اس موالی مریض نے عرض کی اے میرے امام میں عرصہ دراز سے مریض ہوں، میں نے لاتعداد اطباء و حکماء کا علاج کروایا ہے تاحال مریض ہی ہوں، مرض ہے کہ مجھے چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتی، میرے آقا میں کافی

پریشان ہوں، میری مشکل کشائی فرمایئے، امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پریشان و مایوس مسلمان تو مت گھبرا، اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی مرض نہیں خلق کی، جس کا اللہ نے دافی تریاق پہلے پیدا نہ کر دیا ہو، ہر مرض کا علاج موجود ہے ہاں مگر معالج حکیم و دانا ہو،

اے مریض مت گھبرا، اس مرض کا علاج تیرے پہلو میں موجود ہے، مریض امامؑ کے کلام کو غور سے سن رہا تھا، اور تعجب سے اس کے چہرے پر تکان کے آثار نمایاں تھے، امام صادق آل محمدؐ نے فرمایا، تو بالکل صحت یاب ہوگا، دیکھ مزید اطباء کے پاس مت جا تیرا بہترین حکیم تیری تابعدار بیوی ہے، اسکی طرف پلٹ جا، اس سے التماس کر کہ وہ تجھے برضا و رغبت اپنے حق مہر سے چند درہم دے اس رقم سے کسی شہد بیچنے والے سے خالص شہد خرید لے، بارش، باران رحمت کے پانی سے اس شہد کو تیری بیوی اپنے ہاتھ سے ملائے اور تجھے کھلائے، تجھے، اللہ رب العزت حتماً شفاء کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے گا،

وہ لاعلاج مریض امید کے ساتھ بارگاہ امام صادقؑ سے گھر گیا، امام کے فرامین کے مطابق بیوی کے حق مہر سے کچھ درہم لیئے، شہد اور آب باراں کا تریاق ثانک بنایا، بیوی کے مبارک ہاتھوں سے بنوایا، بیوی نے اسے شہد مع آب باراں کھلایا، تو برسوں کا لاعلاج مریض صحت مند ہو گیا، یہ مریض خود حیران تھا کہ میری تمام پونجی اطباء و حکماء نے لوٹ لی لیکن اسے صحت مند نسخہ نہ دے سکے،

لیکن امام علیہ السلام نے نظر رحمت فرما کر مجھ پر کتنا بڑا احسان فرمایا ہے، لہذا وہ موالی مریض قدم بوسی امام کے لیے پھر صادق آل محمد کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس، نسخہ کیمیاء کا راز پوچھنے کی اجازت چاہی،

راز کے سوال پر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تجھ پر واضح ہو کہ یہ جو میں نے کہا ہے کہ بیوی کے حق مہر سے کچھ حاصل کر، یہ فرمان رضائے خداوندی کے حصول کے قریب تر ہے، کیونکہ اللہ رب العزت فرماتا ہے

کہ اگر آپکی بیویاں تم کو اپنی خوشی سے کوئی چیز ہبہ کر دیں (دیدیں) اس رقم کو خوب کھاؤ پیو، اسے جسم کی نشو و نما پر لگاؤ، وہ تمہارے لیے نفع بخش اور لذیذ ہوگی،

شہد لذیذ ہونے کے ساتھ اللہ نے اس کے اندر شفاء و نفع رکھا ہے،

شہد ایک بابرکت چیز ہے اسکی برکات بہت زیادہ ہیں یہ شہد دل کی تکالیف رفع کرنے کے لیے مکمل ثانک ہے،

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا، دل کی شریانیں (رگیں) جسم میں چربی کے زیادہ ہونے سے آہستہ آہستہ بند ہو کر پیلائی خون کے عمل کو ابتداء میں سست کرنے کے ساتھ آخر میں بند کر دیتی ہیں، جس سے امراضِ قلب پیدا ہوتی ہیں، شہد میں اللہ تعالیٰ نے حرارت رکھی ہے، شہد اپنی فطری حرارت سے رگوں کی چربی کو نرم کر کے زائل کر دیتا ہے،

بارانِ رحمت کا پانی کثافت سے مطلقاً پاک ہوتا ہے، لہذا شہد و آب باراں کا ثانک امراضِ قلب کو بعجلت رفع کر دیتا ہے،

یہی وجہ ہے کہ اس نسخہ کے استعمال سے تیری مرض رفع ہوئی، آب تو صحت یاب ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا، آب باراں رحمت و شفا ہے۔

تیری بیوی کی حدت خلوص، نرمی فکر و عمل نے اس شہد اور آب باراں کو تریاق بنا دیا،

لہذا شفاء کا حاصل ہونا قدرتی اثر اور طبعی عمل تھا، آپؑ نے فرمایا، مال حلال، اور دو یہ خالصہ کو اگر پر خلوص ہاتھ نسخہ بنا کر استعمال کریں تو ایسی دوا شفاء کا سبب ہو گی۔

امام کے لیے لازم ہے کہ وہ علوم قرآن سے آگاہ ہو!

نائب رسول کے لیے ضروری ہے، کہ علوم و معارفِ قرآن سے اس کا سینہ لبریز ہو، رموز اور راز اسلامی اس کے قلب و دماغ میں محفوظ ہوں، پیغمبر خدا کے جانشین کے لیے یہ اسرار متشابہ اور مجمل نہ ہوں، نائب نبیؐ قرآن کے مطلق و مقید، عام و خاص حلال و حرام، شان نزول اور مطالب حقانیہ سے واقف ہو،

قرآن مجید کے جو مفاہیم امت کے لیے معمہ اور حل طلب ہوں، وہ امام کے لیئے واضح و آشکارا ہوں، تاکہ غیبتِ رسول میں امام ابلاغِ اسلام علم و حقیقت کی بنیاد پر کر سکے؛

ابن ابی قحافہ کا بیان مسئلہ وراثت کے جواب میں

احوال حضرت خلیفہ اوّل ابن ابی قحافہ میں لکھا ہے کہ ان سے کلالہ کی وراثت کے متعلق سوال ہوا، تو جواباً فرمایا، کہ میرے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ اگر کوئی چیز میری نظر میں آئے، اور میں اس کے متعلق بیان کر دوں، اگر صحیح ہو تو خدا کی جانب سے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی جانب سے، اگر میٹر حاپن آجائے تو مجھے صحیح

کریں، اور اگر غلط کہوں تو آپ میری اصلاح کریں،

شہید آیت اللہ موصوف فرماتے ہیں۔

اگر یہی معیار امامت اور امام ہے، تو سب (لوگ) ابدجہ اتم امام بن سکتے ہیں۔

کبھی یہی بزرگ اپنی کوتاہ فکریوں اور نالائقیوں کا بزبان خود اقرار کرتے ہوئے ناچار ہو کر کہتا ہے

اقیلونی أقیلونی و لست بخیرکم وعلی فیکم

مجھے چھوڑیں میں تم سے بہتر نہیں ہوں اور تم لوگوں میں ابن ابی طالب جیسی شخصیت موجود ہے

نائب پیغمبر کے لیے ضروری ہے کہ امام نبیؐ کے بعد علم کے اعتبار سے ساری مخلوق سے اعلم ہو، دوسرے معنوں میں جس کا نائب ہے اس کا علم رکھتا ہو

اس کے اخلاق و کردار کا وارث و امین ہو اور علوم قرآن پر مکمل احاطہ رکھتا ہو،

مولا امیر المومنین علی علیہ السلام اور یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کے فیصلے

محدثین و مؤرخین عامہ و خاصہ نے متفقہ طور پر تحریر کیا ہے کہ بعد از رسالتمآبؐ مولا علی بن ابی طالب ہی عالم ہیں،

ایکمرتبہ امیر المومنین فاتح خیبر منبر کوفہ پر رونق افروز تھے، آپ نے بیانگ دہل مجمع عام میں اعلان فرمایا، اے لوگو: مطلع رہو، اگر میرے لیے مسند قضا بچھائی جائے اور قوم موسیٰ یعنی یہود میرے پاس اپنے مسائل لے آئیں تو رب کعبہ کی قسم مولود کعبہ علی بن ابی طالب ان کے درمیان کتاب تورات سے ایسے فیصلے دے، کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کریں گے، کہ نائب رسول علی بن ابی طالب تورات کو ہم یہودیوں سے زیادہ جانتے ہیں

اور اگر قوم عیسی بن مریم نصاریٰ اپنے فیصلوں کیلئے میرے پاس آئیں تو میں انجیل سے انکے ایسے فیصلے کروں کہ وہ سب بیک زبان پکار اٹھیں کہ علی بن ابی طالبؑ ہم سب سے زیادہ انجیل کو جاننے والے ہیں۔

ان تاریخی حقائق کے بعد اس امر میں مطلقاً شک نہیں ہے، کہ مولا علی علیہ السلام اعلم الصحابہ تھے، اور آپ کا سینہ مبارک علوم الٰہیہ کا مرکز و منبع ہے،

یہی وجہ ہے کہ عارفین کا قول ہے کہ علیؑ اعلم الصحابۃ ہیں

کہ وہم وخیال کا پرندہ مقام علیؑ تک پرواز نہیں کرسکتا اور نہ ہی عقل علم امیرالمومنینؑ کا احاطہ کرسکتی ہے، اسی حقیقت عرفان کو خود مولا علیؑ نے خطبۂ شقشقیہ میں یوں بیان فرمایا ہے،

آپ ابن عباسؓ سے یوں مخاطب ہو کر فرماتے ہیں، کہ اے ابن عباس آگاہ رہو علم کا سیلاب مجھ علیؑ کے سینے میں اس طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے، جس طرح خاموش سمندر کی زور دار لہریں جو کنارہ سمندر سے اچھل اچھل کر باہر آجاتی ہیں یا جس طرح پہاڑ کی بلندی سے نشیب کی طرف سیل رواں بہتا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں، کہ وہم وخیال، عقل مولا علیؑ کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے نہج البلاغۃ میں آپ نے متعدد بار سلونی سلونی کا دعویٰ فرمایا ہے،

اہل السنۃ کے جید عالم ومحقق امام غزالی نے اپنی کتاب سر العالمین میں حقانیت وفضیلت امیرالمومنین کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ کسی کو علی بن ابی طالبؑ سے بجا نسبت، صاحبان عقل، ذرا انصاف تو کرو دو افراد کی حیثیت کے بارے میں، ایک کہتا ہے کہ اقیلونی اقیلونی لست بخیرکم، مجھے چھوڑ دو میں کچھ نہیں جانتا میں تم سے بہتر نہیں ہوں دوسرا کہتا ہے، سلونی سلونی قبل ان تفقدونی، میں پیغمبر خدا کے بعد تم سب سے افضل ہوں ان دو متضاد حقائق سے واضح ہے کہ جانشین پیغمبر اور اس کی مسند نیابت کا وارث کون ہے؟

مولا کائنات امیرالمومنین نے فرمایا، جس کا خلاصہ یہ ہے،

کہ مجھ سے پوچھو! کہ میرا علم آسمانوں کے بارے میں ملکوت و عالم بالا کے بارے میں زیادہ ہے زمین کے علم سے، اور میں آسمان کے رستوں کو زمین کے راستوں سے زیادہ جانتا ہوں۔

امامت انتخابی نہیں انتسابی ہے

جب عقل نے فیصلہ دیدیا، کہ نائب پیغمبر کا مثل پیغمبر ہونا ضروری ہے، علم وعمل، حلم و شجاعت، عصمت وطہارت، تدبر وحکمت میں، دوسری طرف یہ بات بھی عیاں ہوگئی کہ ادنیٰ رتبے والا اعلیٰ مرتبے کے مالک کا ہمسر نہیں ہوتا۔

جو شخص مجتہد نہیں ہے وہ خود مجتہد کی پہچان نہیں کرسکتا بجز اس کے ایک اعلم شخص اس کی تصدیق کرے، یا اسکا ہم مرتبہ اس کے مجتہد ہونے کی تصدیق کرے، لہٰذا عام لوگ بھی مقام امامت کو نہیں سمجھ سکتے،

لہٰذا خلیفہ کی نامزدگی وہی کریں جو معاملات کی اتھاہ سے پوری طرح واقف ہوں، خدا اور اس کے برگزیدہ رسولؐ سے بڑھ کر کون انسان اور ہادی کی حقیقت کو کماحقہ سمجھ سکتا ہے،

لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خاتمؐ پر لفظاً واجب ہے کہ عامۃ الناس کی ابدی ہدایت کے لیے امام کی معرفی کرائیں، تاکہ لوگ نبی علیہ السلام کے بعد مرجع ہدایت کی طرف رجوع کرکے حتماً ہدایت حاصل کرسکیں،

منصب امامت کو عام حکومت پر قیاس نہ کریں۔

برادران اہلسنت اس امر کے قائل ہیں، کہ امام کا معین کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے، امت کے لوگ جمع ہو کر ایک شخص کا انتخاب کرلیں، یہانتک کہ اگر کوئی شخص قہر وغلبہ (مارشل لاء) سے لوگوں پر حاوی ہو جائے اور اقتدار حکومت پر قابض ہو جائے، جیسا بھی ہو وہ امام ہے،

اگر مسئلہ یوں ہے تو پھر خلافت وجانشینی خدا اور رسول کی طرف سے نہیں ہوسکتی بلکہ ایک شخص جس کو خدا اور رسول کی حمایت ویقین دہانی نہیں ہوگی، بلکہ وہ لوگوں کا چنا ہوا ہوگا جو لوگوں پر حکومت کرے گا، اسے لوگ معزول بھی کرسکیں گے یہ شخص عوامی نمائندہ تو کہلا سکتا ہے، نمائندہ خدا اور نائب رسول نہیں ہے،

ابوقحافہ کا اپنے بیٹے ابوبکر کے نام دلچسپ خط

ابن ابی قحافہ نے اپنے منصب حکومت پر فائز ہونے کے بعد اپنے باپ کو خط لکھا جس میں ابوبکر نے یہ تحریر کیا، کہ یہ خط ہے ابوبکر خلیفہ رسول خدا کی جانب سے ان کے والد ابوقحافہ کے نام،

امابعد، ابا جان چونکہ میں سن وسال میں سب لوگوں سے بڑا تھا لہٰذا لوگوں نے میری بیعت کی، لہٰذا آپ بھی میری بیعت کریں، ابوقحافہ نے جواباً لکھا، ابوبکر بیٹے تو نے مجھے تناقض وتضاد پر مشتمل ایک خط لکھا ہے، پہلے تو مجھے یہ لکھ رہا ہے کہ میں خلیفہ رسول اللہ ہوں اور بعد میں یہ لکھتا ہے کہ لوگوں نے مجھے خلیفہ وحاکم چنا، دوسرے دعویٰ کی بنا پر تو لوگوں کا خلیفہ ہے، رسول اللہ کا نائب نہیں ہے

باقی برخوردار جو تو نے اپنے خلیفہ ہونے کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ سن وسال (عمر) میں ان تمام صحابہ سے میں بزرگ تھا، لہٰذا لوگوں نے میری بیعت کی بڑا عجیب اور حیران کن معاملہ ہے، "مالکم کیف تحکمون"

اگر تیری خلافت کا معیار، فقط سن وسال یا عمر کا بڑا ہونا ہی ہے تو میں اے ابوبکر تیری ماں کا شوہر اور تیرا باپ ہوں سن وسال میرا زیادہ ہے، خلیفہ تم ہو، تمہارے معیار خلافت کے مطابق تو میں خلیفہ ہو سکتا ہوں بیٹے ابوبکر صاحب تم نہیں۔

ابوقحافہ کا یہ خط واضح اعلان وثبوت ہے کہ ابوبکر کے باپ بھی ابوبکر کی خلافت کو اسلامی دینی خلافت نہ مانتا تھا ورنہ خلافت ابی بکر پر یہ اعتراضات واشکالات نہ کرتا

کیا خلیفہ کا معین کرنا امت کے لوگوں کے دست اختیار میں ہے؟

ماسلف انبیاء کے طرز عمل اور قرآنی وآسمانی تعلیمات کے مطابق خلیفہ کا تعین، بحکم خدا خود پیغمبر اسلام کرتا ہے "ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین"

اب ہمارے برادران اہل سنت کا یہ قول کہ نبی خاتم، سردار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعین خلافت وخلیفہ کا مسئلہ اہل حل وعقد پر چھوڑ گئے، امت کے فہمیدہ افراد کا حق ہے کہ وہ اتفاق واجماع کرکے حجت قائم کریں،

بناء بر ایں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا خود اہل حل وعقد میں شامل ہیں؟ یا نہیں؟

اس قضیہ کی تفہیم سے عقل پریشان ہے

کہ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ، رسول رحمۃ للعالمین، نذیر للعالمین کہہ رہا ہے وہ ہستی خلافت کے بارے میں اپنے علم، عقل فہم سے فیصلہ پر مترود ہو رہا ہے اور یہ حق حکم وفیصلہ اپنے سے کمتر امت کے اہل حل وعقد کے سپرد کر رہا ہے، یہ کیسے اہل حل وعقد ہیں جو دبے لفظوں میں مقام ومنصب رسالت کے فرائض کو اپنے ہاتھ میں لے کر مقام پیغمبر کو گرا کر ختم نبوت کے حصار امامت کو توڑ رہے ہیں

شرعاً جس شرعی ضرورت کو رسول رسول ہو کر پورا نہیں کر سکتا، اور رسول سے کمتر منصب کے لوگ اس منصب (امامت) کو کیونکر سرانجام دے سکتے ہیں، اور وہ جو لوگوں کی رائے ناقص سے بنایا جانیوالا کٹھ پتلی کردار خلیفہ یا امام کیسے کہلا سکتا ہے؟؟؟

اہل حل وعقد کی رائے فیصلہ کا عیناً یقینی جواز، قرآن کی مخالفت، خدا کے ساتھ ہمسری کی جسارت، توہین رسول اعظم، اور شریعت اسلام میں ناجائز مداخلت کی سوچی سمجھی، سازش تو نہیں؟ این عقل ودانش بباید گریست

امت کے اہل حل وعقد کا اجماع اسلامی تعلیمات اور اس کے تشریعی قواعد وضوابط کے منافی ہے، اور دین اسلام کی الہامی، روح ومعنویت کے خلاف ہے:

کیا اس بات کو اسلام کے حوالے سے قبول کیا جا سکتا ہے۔ کہ پیغمبر خدا امت پر حاکم ومتصرف ہونے کے باوجود اپنا نائب وخلیفہ بنانے، نامزد کرنے میں شریعت اسلامی کے لحاظ سے مجبور ومعذور ہیں؟

اور یا یہ کہیں کہ ہیں تو اسلام وقرآن کے حکم کے مطابق خلیفہ نامزد نہیں کر سکتے مجھے یہ حق حاصل نہیں، تم مجھ سے پوچھتے، مجھے اپنے میں داخل کیے بغیر از خود اجماع کر کے میرا خلیفہ اور اپنا امام چن لیں۔

دوسرے لفظوں میں حضور پاک عمداً اپنے حق تصرف وحکومت سے ہٹ کر اپنی امت میں، فتنہ وفساد، کشت وخون کے اسباب پیدا کر رہے ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم جبکہ قرآن مجید آج زبان حال سے گویا ہے کہ رسول فتنہ وفساد پیدا کرنے نہیں آئے وہ تو تمہارے درمیان تمہارے جھگڑوں، تنازعہ میں حاکم ہیں جو اپنے فیصلے سے جڑ فساد وفتنہ ختم کر دیں، امت کا کام متنازعہ مسائل میں پیغمبر خدا کی طرف رجوع کرنا ہے۔ رسول کے فیصلہ کو قبول اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے، نہ کہ رسول کو معزول کر کے خود فیصلے شروع کر دینا ہے؛

جو پیغمبر اکرمؐ سے منہ موڑتا ہے، یا ان کے فیصلہ کو چیلنج کرنا وہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور منکر خدا ورسول ہے، ملاحظہ ہو قرآن پاک کی گواہی

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ ورسولہ

جب کسی امر میں خطرہ فساد وتنازعہ ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو

لا یومنوا حتی یحکموک فیما شجر بینھم

پس اے میرے رسول یہ امت کے لوگ اس وقت تک مسلمان مومن نہیں جب تک تجھے اپنے معاملات میں اپنا حتمی حاکم، فیصل نہ مان لیں،

عجیب بات یہ ہے، کہ خداوند تعالیٰ رسول اکرمؐ کو حق فیصلہ وحکم دے رہا ہے اور رسول بلاوجہ مخالفت قرآن کرتے ہوئے اسلام کے اہم ترین مسئلہ خلافت میں حکم وفیصلہ کے عظیم اعلیٰ حق سے دستبردار ہو کر یہ حق فیصلہ امت کے ان افراد کو دے رہا ہے جو نہ تو رسول کے ہم مرتبہ ہیں اور نہ ہی نبی ورسول ہیں نہ نبی آخر الزمان سے علم، عقل تدبر، حکمت، فیصلہ میں رسول سے افضل ہیں

امر خلافت میں اپنے سے کم تر کیلئے رسول پر ترجیح، عقل ونقل اور اخلاق ومنطق کے خلاف ہے

رسول جو معصوم ہے، عقل کل کا مالک ایسا حکم کبھی نہیں دے سکتا، یہ یاران ابلیس کی اختراع، بناوٹ اور رسالتمآبؐ پر جھوٹ ہے۔

فرق اسلامی کے تمام ارباب علم تسلیم کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کے عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک امت مسلمہ میں یہ سارے اختلافات، فتنہ وفسادات، تعصب ومنافرت اختلاف وعداوت، غلط فہمی وعدم اعتماد، نفرت وحقارت بد اندیشی وبدگمانی، غصہ وانتقام قتل وغارت، مسلسل کشت وخون اور دیوار بین سے بڑی نفرت وکدورت کی دیوار بین المسلمین یہ دلخراش کیفیت،

غرض یہ سب کچھ مسئلہ خلافت وامامت میں اختلاف کی وجہ سے ہوا، یہ اختلاف اور سانحہ عظیم ابھی باقی ہے،

دیکھو! یہ اختلاف مزید کتنے بیگناہ مسلمانوں کا خون چاٹ کر ختم ہوتا ہے، کسی کو کچھ معلوم نہیں، مزید دین اسلام کے مستقبل کے ساتھ کیا حشر ہونیوالا ہے؟

اتنا اہم مسئلہ جس سے امت اور اسلام کا مستقبل تاریک ہو رہا ہے، اس کو حل کیے بغیر پیغمبر اسلامؐ رحلت فرما گئے، یہ معصوم رسول پر کھلے بہتان والزام کے سوا کچھ نہیں، حالانکہ پیغمبر خدام خلیفہ بنا کر گئے، لیکن امت رسول اکرم (صحابہ کرام) نے قوم موسیٰ کی طرح سامری کے گوسالہ کا تو ساتھ دیا لیکن مثل ہارونؑ کی مخالفت وبغاوت پر تل گئے امت پیغمبرؐ نے رہبر کی فقط ضد میں رہزن کی حمایت کی،

کیا پیغمبر خدا نے اپنا نائب مقرر کیا؟

جب عقل ومنطق نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ خدا اور رسول پر لطفاً واجب ہے کہ ہدایت انسانیت کے لیئے اپنے بعد، خلیفہ وصی، ہادی دیکر جائیں،

اب دیکھیں کیا رسول خاتم نے بحکم خدا خلیفہ کا تعین کیا؟

براہین قاطعہ اور ادلہ ظاہرہ سے ثابت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حکم دیا،

فاذا فرغت فانصب (القرآن)

پس اے رسول حج سے فارغ ہوتے ہی خلیفہ ونائب کو نصب (معین) کر دیں، تاکہ حجت تمام ہو، ختم نبوت کے بعد متبادل الہامی قیادت، ولایت، خلافت وزارت ووصایت اور سلسلہ امامت جاری ہو،

نہ صرف شیعہ طرق سے بلکہ سنی طرق سے محدثین اہل سنت نے مبسوط الکتب لکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا

"لا یزال ھذا الدین عزیزا منیعا الی اثنی عشر خلیفۃ وفی روایۃ من بعدی اثنی عشر خلیفہ کلھم من قریش" متفق علیہ

یہ مقدس دین کبھی بھی زوال پذیر نہیں ہوگا یہاں تک کہ میرے بعد اس میں بارہ خلفاء پورے نہ ہو جائیں،

مکی ومدنی صحابہ کرام نے سوال کیا، اللہ کے رسول پہلا خلیفہ کون ہوگا اور آپ کا آخری خلیفہ کون؟ تو خاتم النبیینؐ نے جواباً فرمایا آگاہ رہو گروہ صحابہ، طبقہ مہاجرین وانصار عدۃ خلفائی کنقبا بنی اسرائیل، میرے بارہ خلفاء مثل نقبا موسیٰ ہیں، جن کا پہلا علی بن ابی طالبؑ ہیں اور آخری مہدی الزمان ہیں جو عدل وانصاف سے اس زمین کو بھر دیں گے

خاتم النبیینؐ کے بارہ جانشین

سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دین اسلام کی میعاد قیامت تک ہے اور اس مدت کے لیے میرے بارہ خلفاء ہیں جو کہ قیامت تک آنیوالی امت پر میری طرف سے حجت ہیں، رسول اسلام سے سوال کیا گیا وہ بارہ خلفاء کون ہیں، تو جواب میں پیغمبر خدا نے فرمایا

ان میں پہلا میرا بھائی علیؑ ہے، جو میرا وصی، میرا وزیر، مددگار اور میرا نامور ہے اور آخری کا نام میرے نام پر ہوگا، خاندان محمدؐ اور فاطمۃ الزہرا کی اولاد سے ہوگا، اس قسم کی روایات کو سمجھنے کیلئے کتاب غایۃ المرام السید ہاشم البحرانی اور الغدیر علامہ امینی کا مطالعہ از حد ضروری ہے،

کتب احادیث کے مطالعہ سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ رسالتمآبؐ نے مسئلہ خلافت کو اپنی تبلیغ کی ابتدا ہی سے واضح کر دیا تھا اور بعد کے آخری حصہ تک باقاعدہ اعلان و وضاحت فرماتے رہے جس کو اختصار کے ساتھ سپرد قلم کیا جاتا ہے

دعوت ذی العشیرۃ
چالیس سرداران قریش کو دعوت اسلام

اعلان نبوت اور تبلیغ اسلام کے ابتدائی ایام میں مکہ معظمہ میں فرمان خدا کے مطابق قریش کے چالیس سرداروں کو حتمی مرتبہ نے دعوت اسلام دی، آپؐ نے ایک دنبہ برائے طعام ذبح کرایا، سوا تین ۳¼ کلو آٹے کی چپاتیاں پکوائیں

دسترخوان دراز ہوا، سرداران قریش اور ان کے حواریین نے خوب پیٹ بھر کر کھایا، ایک ایک بکرا کھانیوالے ایک دنبہ کے گوشت سے سیراب ہو گئے، لیکن گوشت و سالن اور سوا تین کلو کی روٹیاں بچی رہیں، اس پر گستاخ رسول ابولہب بول پڑا، اے سرداران قریش: تم نے دیکھ لیا، کہ محمدؐ نے اپنے جادو سے ہمیں وطیرہ حیرت میں ڈال دیا ہے رسالتمآبؐ کو ابولہب کی اس غمازی پر ملال ہوا اور مطلقاً خاموش رہے، جب سرداران قریش گھروں کو چلے گئے تو آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب ہو کر فرمایا، کہ ابولہب نے مجھے سخت اذیت دی ہے، میں نے قریش کو خدائے بزرگ و برتر کی طرف بلایا ہے اور انہوں نے میری بات کو نہیں سنا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت کا انکار کیا ہے،

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی اللہ کے رسول انکو دوبارہ دعوت دو،

عرض دوبارہ دنبہ کے گوشت کا استعمام ہوا، اس مرتبہ بھروسہ ہوا جو پہلی بار ہوا تھا، تیسری مرتبہ پھر دعوت کا اہتمام ہوا، اس مرتبہ ابولہب کو بولنے کی جرأت تک نہ ہوئی، تو اس وقت آپؐ نے آغاز گفتگو دعوت اسلام سے فرمائی

حمد و ثنا خداوندی کے بعد اپنا تعارف بحیثیت رسول کرایا، محدثین و مورخین کا بیان ہے کہ حضور اکرمؐ نے خلافت و امامت کو اس شرط و قید کیساتھ بیان کیا

فایکم یوازرنی علی ھذا الامر ان یکون اخی و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا له و اطیعوا، تاریخ طبری

کہ جو آج ابتداء تبلیغ اسلام میں میرا ساتھی میرا بوجھ اٹھانیوالا بنے گا وہ آج کے دن سے ہی میرا وزیر میرا وصی و وارث اور تم لوگوں پر میری طرف سے میرا خلیفہ ہوگا پس اس کی بات کو غور سے سننا اور اسکی اطاعت کرنا،

سب خاموش رہے اور کسی نے کوئی بات نہ کی، صرف حضرت علی علیہ السلام مجلس دعوت کے کمرہ کے کونے سے بلند ہوئے اور عرض کی، اللہ کے رسول میں تیری ہر قسم کی نصرت و امداد کے لیئے ہر لمحہ اور ہر مقام پر حاضر ہوں گا حالانکہ میں میرا سن چھوٹا ہے اور جسمانی اعتبار سے کمزور ہوں لیکن ایمانی و روحانی اعتبار سے کمزور نہیں ہوں، اور آپ کی پیش کردہ فرمائش و شرائط کو قبول کرتا ہوں،

اس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ: اے علیؑ آپ بیٹھ جائیں رسول اعظمؐ نے پھر فرمایا، اسی سوال کو پھر دہرایا، اور حتی کہ تین دفعہ کے تکرار کے باوجود سوائے مولائے کائنات کے کوئی رسالتمآبؐ کے اس استغاثہ پر لبیک کہنے کو تیار نہیں ہوا

تاریخ الطبری (/) تاریخ الکامل (/) ابو الفداء (۱/) السیرۃ الحلبیۃ مسند احمد

جب تیسری مرتبہ صرف مولا علی علیہ السلام ہی نصرت نبی خاتم کے لیے کھڑے ہوئے،

تو سرور انبیاء خاتم الرسل نے فرمایا،

ان ھذا اخی و وصی و وارثی و خلیفتی فیکم فاسمعوا له، و اطیعوا

یہ علی بن ابی طالب میرا بھائی میرا وصی میرا وارث اور میرا خلیفہ ہے تم لوگوں پر پس تم لوگ اس کی بات کو غور سے سننا اور اسکی اطاعت کرتے رہنا،

فقام القوم و یضحکون و قال لابی طالب

سرداران قریش مکہ یہ سن کر ہنس دیے اور چلتے بنے اور چلتے وقت حضرت ابوطالب سے کہا کہ تم اپنے بیٹے کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرتے رہنا اور از راہ مذاق حضرت ابوطالب سے یہ کہا کہ ہم نے تجھے متولی کعبہ مانا، سردار عرب تسلیم کیا، لیکن اب محمد بن عبداللہ کے قول کے مطابق یہ سب کچھ تسلیم کرنا آپ کا فرض ہے۔

علیؑ کی ولایت رسولؐ کی ولایت ہے

یہ تو تھی ابتدائے اسلام میں جانشینی و رسول و مسئلہ خلافت کی اہمیت رسالتمآبؐ کے نزدیک اب ملاحظہ فرمائیے کہ رسول خدا نے وقت آخر اس مسئلہ کو کتنے اہتمام کے ساتھ ملحوظ رکھا، اور کس قدر اس فرض کو نبھایا،

حجۃ الوداع کے لق و دق میدان میں رسول اعظمؐ نے اپنی رحلت سے کچھ وقت قبل تمام صحابہ و ازواج کی موجودگی میں پلان شتر کا منبر بنا کر بر سر عام اعلان فرمایا

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ

کہ جس جس کا میں مولا ہوں پس (میرے بعد) اس اس کے علی مولا ہیں، اعلانِ خلافت مولا علیؑ سے پہلے آپؐ نے فرمایا،

الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسھم و فی روایۃ انی اولی بکل مومن من نفسه فقالوا بلی: ثم اخذ بید علی فقال: اللھم من کنت مولاہ فھذا مولاہ یعنی علیاً، اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ

کہ اے میرے صحابہ: کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ میں تمام مومنین پر اس کی ذات سے بھی زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ میں ہر مومن پر فرداً فرداً زیادہ حق ولایت یعنی حق تصرف رکھتا ہوں

سب موجود صحابہ نے بیک زبان ہو کر گواہی دی کہ ہاں، اے محبوب خدا آپ نے سچ فرمایا، آپ ہم سب کے آقا و مولا و حاکم بالتصرف ہیں مولا کے معنی کی وضاحت اور صحابہ کے اقرار کے بعد فرمایا، کہ جس کا میں مولا ہوں پس اس کے یہ علیؑ مولا ہیں

پھر اس اعلان ولایت علیؑ کے بعد مولا علیؑ کو مولا ماننے والوں کے حق میں دعاء نصرت فرمائی اور دشمنان علیؑ کے حق میں ذلیل و رسوا ہونے کی بددعا فرمائی

کہ اے خدایا، جو علی کو دوست رکھے انکو تو بھی دوست رکھ اور جو اس کے دشمن ہیں ان کو ذلیل و رسوا فرما - آمین

جو ولایت و حاکمیت مجھ محمدؐ کو مسلمانوں پر حاصل ہے وہی حاکمیت علیؑ کو مسلمانوں پر حاصل ہے۔

اس حدیث میں مولا کا معنی حاکم و متصرف ہونا خود پیغمبر خدا کے بیان سے واضح ہے جیسا کہ (دوسری حدیث میں بالکل صراحت موجود ہے "من کنت اولی به فعلی اولی به")

لے؛ مسند احمد بن حنبل (/) (/) کتاب المناقب (۲/) مشکوۃ المصابیح صـ۵۶۳
المستدرک (۳/ ۱۰۹، ۱۴۸) البدایۃ والنہایۃ (۵/ ۲۰۹/ ۷/ ۳۴۲)

امام کو نامزد کرنے کے بعد مولا علیؑ کی حاکمیت تشریعیہ و تکوینیہ منوانا چاہتے تھے تاکہ علیؑ کی خلافت کے بارے میں عذر خواہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے،

اسی مفہوم کو مولا علی علیہ السلام نے خلیفہ اوّل کے دور میں بمقام رحبہ اپنی خلافت کے استحقاق کے لیے بطور دلیل پیش کیا، انس بن مالک کی گواہی والا مسئلہ کتب حدیث و تاریخ میں موجود ہے کہ جب آپ نے انس بن مالک سے پوچھا کہ کیا تو نے رسول اکرمؐ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا، من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اور علی کی ناراضگی باعث عتاب خداوندی ہے، انس نے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے کچھ یاد نہیں، جس پر وہ مولا علیؑ کی بددعا سے مبروص و اندھا ہو گیا

کتب صحیحین اور عمر بن خطاب کا بیان

کتب احادیث میں مستند ترین کتاب صحیح بخاری میں واقعہ قرطاس سات مرتبہ مذکور ہے اور کتب صحاح میں دوسرے درجہ پر ہے ان دونوں کتابوں کی ثقاہت پر علماء شرق و غرب کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں کتب قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتب ہیں (اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تو حجۃ اللہ البالغہ میں یہاں تک وضاحت فرمادی کہ ان دونوں کتب کی کسی حدیث کا منکر ملت اسلامیہ سے خارج ہے [۱])

اور صحیح مسلم میں محترم عمر صاحب سمیت تمام صحابہ نے رسول اعظم کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے : فقالوا ان رسول یھجر، کہ معاذ اللہ یہ شخص (رسول) ہذیان کہہ رہا ہے

[۱] صحیح بخاری (۱/۲۲، ۴۲۹، ۴۴۹) (۲/۶۳۸، ۸۴۶، ۱۰۹۵) مطبوعہ فیض المطابع دہلی
صحیح مسلم (۲/۴۲، ۴۳) کتاب الوصیۃ، مسند احمد (۳/۳۴۶) اور یہ قضیہ برادران اہلسنت کی تقریباً پچاس عدد مستند کتب احادیث و تاریخ و تفسیر و کتب لغت میں موجود ہے،

مطالبۂ قلم و دوات کا افسوسناک انجام

آقاء نامدار سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر حجۃ الوداع سے واپس پلٹے، مدینہ پہنچتے ہی آپ بیمار ہو گئے، بخار نے شدت اختیار کی آپ بستر بیماری پر دراز ہوئے اپنی رحلت سے پہلے چار دن جمعرات کو آپ کے شریعت کدہ پر مہاجرین و انصار جمع ہوئے ازواج و اہل بیت اطہار پہلے گھر قیام پذیر تھے،

رسالتمآبؐ نے تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا

ائتونی بالکتف والدواۃ او اللوح والدواۃ اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدہ ابدا

حمد و ثنا ہے اس ذات احدیت کے لیے جس نے مجھکو رسول مبعوث کیا، اب میرا کار رسالت انجام پذیر ہوا مجھے بہت جلد آپنے رب سے ملنا ہے میں نہیں چاہتا کہ تم میرے بعد گمراہ ہو جاؤ لہذا قلم و دوات لے آؤ تاکہ میں تمہیں ایسا وثیقہ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد قیامت تک کبھی گمراہ نہ ہو گے

حضور اکرمؐ نے غدیر خم پر جو کچھ فرمایا تھا اب بحکم خدا اسے تحریراً بطور وصیت امت کی ہدایت کے لیے وثیقہ لکھنا چاہتے تھے، تاکہ آپ کی ضبط کردہ تحریر کے بعد کسی کو انکار کا عذر نہ رہے

آپ اپنی حیات طیبہ میں جانشینی و خلافت کے مسئلہ کے خود فیصل بن کر امت کے پیش آمدہ جھگڑے اور متنازعہ مسائل کو بذریعہ تحریری اعلان ہمیشہ کیلئے ختم کرنا چاہتے تھے، تحریر وصیت کے بعد اپنے دست مبارک سے مہر تصدیق لگا کر خلیفہ د

قول ابن خطاب کا ابن ابی الحدید معتزلی دفاع کرتے ہوئے توجیہ کرتے ہوئے رقم طراز ہے،

اگر کوئی عمر بن الخطاب کے اس قول پر ذرا غور کرے تو اس پر لاتعداد مطالب واضح ہوتے ہیں، کیونکہ ابن خطاب سخت گیر، تند مزاج آدمی تھا، لہذا وہ اپنی زبان کو روک نہ سکا اور وہ خود بھی اپنی بات کی طرف متوجہ نہ تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔

یہ حقیقت اپنی جگہ واضح ہے کہ رسول رحمت ۲۳ برس مصائب و مشقت اٹھانے کے بعد رحلت سے پہلے سے پہلے امت کے دائمی فائدے کے لیے کچھ تحریراً وصیت کرنا چاہتے تھے، جس کی تحریر میں حضرت عمر اور ان کے ہمنوا ساتھی مزاحم ہوئے، اور خاتم النبیین وصیت نہ لکھ سکے،

اہل خرد احباب سوچیں کیا یہ بات قابل ذکر نہیں کہ اگر کوئی مسلمان بستر بیماری پر ہو اور تمہیں کہے کہ میں وصیت کرنا چاہتا ہوں اور تم اس کی طرف توجہ نہ کرو تو کیا یہ تأسف کا مقام نہیں ہے؟

مریض قابل رحم ہے، بیمار ایسا کہ دار فانی سے رحلت کرنیوالا ہے، قطع نظر دوسری ترجیحات و خصوصیات کے، آخر تو ہیں کیوں؟ لاپرواہی کیوں؟

آیا یہ قول کہ اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ لَیَھْجُرُ، اسی سے شخصیت محمدؐ کی قدر دانی ہے؟

تو جنہوں نے وصیت پیغمبرؐ کو لکھ لیا وہ ہدایت یافتہ رہے اور جنہوں نے اعراض کیا، وہ قیامت تک قوموا عنی کے مصداق بن کر حق و ہدایت سے محروم ہو کر مرے

انما الاعمال بالخواتیم

وما علینا الا البلاغ المبین

فصل دوم

امام یا خلیفہ کا وظیفہ روح اسلام کی حفاظت کرنا ہے، ہماری گفتگو جانشین پیغمبر کے متعلق تھی، شرعاً پیغمبر اسلام کی شرعی تکلیف ہے کہ اپنی رحلت سے پہلے بحکم خدا ایسے شخص کا انتخاب فرمائیں جو آپ کے قائم مقام بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، یعنی مثل رسول ہو تاکہ دین محمدی کو چلا سکے، اسلام کی معنویت و روحانیت کو جانتا ہو، اور تبلیغ اسلام کے فرائض کو نبھا سکتا ہو، احکام حلال و حرام کی واقفیت کیساتھ نفاذ اسلام اور فیصلہ عدل و انصاف قائم کر سکتا ہو، اپنے علم و عمل سے معاشرے پر علمی و روحانی اثر رکھتا ہو گویا کہ تمام صفات میں رسول کا بدل ہو، عقل مطلقاً اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ رسول کی جگہ پر کسی جاہل اور بے خبر شخص کو بٹھا دیا جائے، نائب رسول سے جو پوچھا جائے اسے جانتا ہو، دوسروں کے حوالے سے بات نہ کرے، مسائل پوچھے جائیں تو لاعلمی کی بناء پر شرمندگی اسلام کا موجب نہ بنے بے تاب ہو کر اقرار جہالت شروع کر دے،

کتاب الغدیر میں علامہ آیۃ اللہ امینی نے مدارک اہل سنت سے ایک سو مقامات پر ابن خطاب کی کم علمی، نافہمی قرآن و سنت و شریعت اسلامی سے عدم واقفیت اور جہالت کا اقرار بمعہ دیگر معجزات و کرامات کے تحریر کیے ہیں اور یہی اسی قابلیت و صلاحیت کے مالک ابن ابی قحافہ اور ابن عفان بھی تھے، ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اور جن کئی مسائل میں مولا مشکلکشا کی طرف رجوع کرنا بھی اظہر من الشمس ہے

کتنے بڑے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ جو بزرگ علمی لحاظ سے بالکل کورے اور ابوجہل کے ہم مرتبہ ہیں وہ جہور اسلام کے خلفاء راشدین و مہدیین ہیں،

ابن خطاب کے سوال پر مولا علیؑ کا جواب

آیت اللہ العظمیٰ شہید دستغیب تاریخ اسلام سے مستند بیان نقل کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے امیرالمومنین علی علیہ السلام پر اعتراض کیا، اور کہا یا علیؑ تیری ساری چیزیں پسندیدہ اور قابل قدر ہیں، بجز اس کے جب آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے تو آپ فوراً اسکا جواب دیتے ہیں، کیا بہتر نہیں کہ آپ ذرا سوچ کر جواب دیں،

ابن خطاب کی اس بے معرفت گفتگو کے جواب میں مولا علیؑ نے فرمایا ابن خطاب متوجہ ہو اور غور کر یہ دیکھ یہ میری انگشت ہے، پھر آپ نے عمر کے سامنے اپنی مبارک دونورانی انگشت کو بلند کیا، عمر سے پوچھا کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ کتنی انگلیاں ہیں؟ عمر نے کہا کہ دو،

مولا علیؑ نے فرمایا،

اے عمر؛ تونے انگلیوں کی تعداد بتانے میں غور و فکر کیوں نہیں کیا؟

عمر نے کہا، یا علیؑ یہ بھی کوئی غور و فکر کرنے کی بات ہے، یہ تو واضح ہے۔

آپؑ نے فرمایا، ابن خطاب مطلع رہو، کائنات کے تمام معاملات علی بن ابی طالب کیلئے اسی طرح واضح و عیاں ہیں جسطرح تیرے لیئے تیرے ہاتھوں کی انگلیاں واضح ہیں، مولاؑ کے اس جواب پر ابن خطاب اپنا سا منہ لیکر رہ گیا

حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں امیرالمومنین علی علیہ السلام کے ساتھ ایک لق و دق صحرا میں سفر کر رہا تھا، کہ ہم ایک وادی میں پہنچے جو چیونٹیوں سے پر تھی، ابوذر کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر حیرت سے میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ چیونٹیاں غول در غول باری باری مولا علیؑ کے قدموں کا طواف کر رہی ہیں اور مولا علیؑ ان سے ان کی زبان میں خطاب کر رہے ہیں

چیونٹیوں کا ہر غول امیرالمؤمنینؑ کا قدم چومنے کے ساتھ ایک جگہ اکٹھا ہو رہا ہے میں ساتھ کھڑا ڈر رہا تھا کہ کہیں یہ کثیر تعداد چیونٹیاں مجھ پر حملہ نہ کر دیں مولاء کائنات نے فرمایا، ابوذر فکر نہ کرو، جس طرح تم ہمارے شیعہ اور جبدار ہو اسی طرح یہ چیونٹیاں بھی ہماری امت اور جبدار ہیں اور مخلص بھی

ابوذر فرماتے ہیں کہ یکدم ایک بڑا چیونٹا نمودار ہوا جو ان سب چیونٹیوں کا سردار تھا، اپنے ایک وفد کے ساتھ مولا علیؑ سے تنہائی میں ملا مولا نے فرمایا ابوذر تم یہیں رکو، صحراء کے ذرا دور کونے میں انکا ایک جھگڑا ہے جس کے حل کے لیے میں یہاں آیا ہوں اور یہ سب مخلوق میرے انتظار میں بے تاب تھی

غرض آپ گئے کچھ دیر گذرنے کے بعد واپس تشریف لائے، وہ بڑا چیونٹا اپنے وفد اور اپنی قوم کے ساتھ الوداع کہنے کے لیے چند میل کی مسافت کے ساتھ مولا علیؑ کا قدم چومتے، طواف کرتے ساتھ چلتے رہے، پھر امیرالمومنینؑ نے خود فرمایا کہ اب تمہاری حدود ختم ہو گئی ہے لہٰذا تم واپس چلے جاؤ، میں تم سے راضی ہوں پھر چیونٹیوں اور ان کے سردار نے آوازیں بلند کر کے مولا کو خدا حافظ کہا۔

اس متاثر کن منظر کو دیکھ کر ابوذر کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ پاک ہے وہ ذات جو ان چیونٹیوں کی تعداد کو جانتی ہے ابوذر کے ان الفاظ پر مولاءِ کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا

ابوذر یوں کہوں " بابرکت ہے وہ ذات جو ان کی خالق ہے رہی تعداد جاننے کی بات تو سن، میں علی بن ابی طالب ولی خدا، نائب رسول اور کائنات کا امام ہوں،

میں صرف ان چیونٹیوں کی تعداد نہیں جانتا بلکہ کرہ ارض کی تمام چیونٹیوں کی تعداد جانتا ہوں جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے

وکل شیئ احصینٰہ فی امام مبین

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا ہونے سے پہلے علم کی نعمت سے آراستہ کر کے ان میں نازل کیا،

الرحمٰن علّم القرآن خلق الانسان وعلّمہ البیان :

ہر چیز کا علم اور بیان قلب امام میں اللہ کی تعلیم سے موجود ہے!

شواہد قرآن مجید کی روشنی میں رسول اعظم نبی خاتم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درست فرمایا ہے؛ علی تیری عظمت کو یا خدا سمجھ سکتا ہے یا میں محمدؐ اور میری عظمت و معرفت کو علیؑ یا میرا رب اور اسیطرح اللہ کی عظمت و جلالت کو میں محمد مصطفےٰ، یا میرا بھائی علی مرتضیٰ سمجھ سکتا ہے

فضائل مولا علیؑ سب مخلوقات سے ارفع و اعلیٰ ہیں؛ بلکہ عقل و قیاس کی حدود سے بلند و برتر ہیں

آیت اللہ شہید دستغیب نے سورۃ الرحمن کی تفسیر بنام " بہشت جاودان " چاپ کی ہے، اس کتاب کے اندر یہ سب روایات موجود ہیں؛ اہل علم حضرات مدارک کیطرف رجوع کریں۔

مولا علیؑ کا سب انبیاء سے برتر ہونا

کتب اہل سنت والجماعت کے شہرہ آفاق مفسر امام فخر الدین رازی متعصب ہونے کے باوجود اپنی کتاب تفسیر کبیر میں ایک اہم علمی مسئلہ کا ذکر کرتے ہیں جس کیطرف قبلاً اشارہ کر چکا ہوں۔

امام فخر الدین رازی آیت مباہلہ کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ شیعان علیؑ، فضیلتِ علیؑ کے جادو سے ہر ایک کو متاثر کر سکتے ہیں، آیت مجیدہ انفسنا وانفسکم سے ہر چیز ثابت کرنے کے ساتھ فضیلت امیرالمومنینؑ تمام انبیاء ماسلف پر ثابت ہے بجز سرور کائنات سردار انبیاء حضرت محمد بن عبد اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے

حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام، تمام انبیاء، اولیاء و صحابہ و اہل بیت سے افضل ہیں، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو خداوند عزوجل نے نفس رسول اعظم فرمایا، اور یہ فضیلت کسی نبیؑ، رسول، ولی، صحابی کو حاصل نہیں

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

جب حضور اکرم نصاریٰ بنی نجران کو دعوت فکر و تدبر، بحث و مناظرہ کر کے دلیل و برہان، علم و حکمت کے ذریعے احقاق حق فرما چکے تو عیسائی راہبوں نے آپ کی اور آپ کے اسلام کی صداقت کو تسلیم کرنے سے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے انکار کرنے لگے تو آپ نے تمام اہل کتاب کو دعوتِ مباہلہ دی، مباہلہ پر آج بھی قرآن شاہد بن کر گواہی دے رہا ہے؛

فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا وابناءکم ونسائنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ؛ سورۃ آل عمران

پس جو کوئی علم و دلیل کے حجت کرتا ہے یا انکار کی راہ تلاش کرتا ہے تو پس اے میرے رسول: ان سے کہہ دے کہ آؤ ہم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو کر ایک دوسرے کے حق میں احقاق حق اور ابطال باطل کی استدعا کرتے ہیں،

اے قوم نصاریٰ کے راہبو اور پادریو: اگر تم حق پر ہو آؤ ہم بلاتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور تم بھی اور ہم بلاتے ہیں اپنی مستورات (بیٹیوں) کو اور تم بھی بلاؤ اور ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ، اور پھر اللہ کے حضور (ایکدوسرے کے خلاف) دعا مانگیں، پس جو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہوگی،

تمام مسلمان مفسرین کا متفق علیہ بیان ہے کہ اس آیت مقدسہ کے مصداق فقط اور فقط رسالتمآبؐ، مولا علیؑ، جناب سیدہ، اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام ہیں۔

محدثین نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرمؐ جب قوم عیسیٰ کے مقابلہ میں مباہلہ کے لیے نکلے تو رسالتمآبؐ سب سے آگے تھے، حضرت امام حسنؑ جو چھوٹے بچے تھے، دائیں ہاتھ کی انگلی پکڑے ہوئے تھے اور حضرت امام حسینؑ رسالتمآبؐ کے ساتھ چل رہے تھے، اور بعض روایات کی بنا پر امام حسینؑ کو حضور اکرم گود میں اٹھائے ہوئے تھے، اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء رسالتمآبؐ کے پیچھے چل رہی تھیں اور مولائے کائنات جناب سیدہؑ کے نقش پا پر چل رہے تھے،

جب میدان مباہلہ میں حضورؐ پہنچے، تو نجران کے عیسائیوں نے ان کے بڑے پادری نے کہا، کہ مباہلہ نہ کرو، ورنہ ان کی بددعا سے ہمیشہ کیلئے برباد ہو جاؤ گے، اور جزیہ دینے کی درخواست کی جس کو رسالت مآبؐ نے بحکم خدا قبول فرمایا، یوں محمدؐ و آل محمدؐ کی بدولت فتح ہوئی حق کامیاب جبکہ باطل ناکام و خوار ہوا، امیر المومنینؑ کی یہ فضیلت کہ وہ نفس رسول ہیں ایک ناقابل تردید حقیقت ہے جس سے کوئی عقلمند مسلمان انکار و فرار نہیں کر سکتا۔

مولائے کائنات امیر المومنینؑ آدمؑ سے افضل ہیں

جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ابن ملجم ملعون کی تلوار سے زخمی ہوئے اور آپ کا وقت آخر قریب آن پہنچا تو آپ کے ایک مخلص شیعہ اور صحابی حضرت اصبغ بن نباتہ نے آپ سے چند سوالات کئے، جن کے حضرت نے جوابات دیئے وہ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں،

اصبغ نے عرض کی: حضور آپ افضل ہیں یا ابوالبشر آدمؑ

امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا۔

اے اصبغ انسان اپنی تعریف خود کرے تو یہ کوئی اچھی بات نہیں لیکن میں اظہار حق کے لئے دیتا ہوں،

آدمؑ بہشت میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تمام نعمات حلال قرار دے رکھی تھیں مگر ایک شجرہ جو شجرۂ ممنوعہ تھا، بالآخر آدمؑ اس کے قریب گئے اس کا پھل کھایا اور اسکی لذت سے محظوظ ہوئے،

اے اصبغ میرا وقت قریب ہے اور میں اپنے رب سے ملاقات کرنیوالا ہوں،

رب کعبہ کی قسم: میرے رب رحیم و کریم نے میرے لیے تمام نعمات میسر فرمائیں، لیکن میں نے اپنی مرضی سے انہیں نہیں کھایا،

نان گندم میرے خالق نے مجھ پر حلال کیا، لیکن علیؑ نے نان گندم پوری زندگی نہ کھایا بلکہ جو کے آٹے سے بنی چپاتیوں پر گذارا کیا،

حلویات (شیرینی) کو خدا نے میرے لیے حلال کیا اور میں نے اسے انگشت پر لگا کر یہ کہہ کر کہ تو کسقدر خوش رنگ اور خوشذائقہ ہونے کے ساتھ میٹھا ہے ساری زندگی نہ کھایا

اے اصبغ! میں جس قسم کا خوشرنگ اور اعلیٰ لباس پہننا چاہتا تو پہن سکتا تھا لیکن میں بساط کے باوجود پیوند شدہ ملبوسات کو ساری عمر پہنا اور اب تو میرے لباس میں اس قدر پیوند ہیں کہ لباس پر مزید پیوند لگانے سے شرماتا ہوں،

آدمؑ نے عمداً ترک اولیٰ کیا اور اللہ نے جس نعمت کے استعمال سے روکا اس کے وہ مرتکب ہوئے،

لیکن علی بن ابی طالبؑ کا معاملہ آدم ابوالبشر سے بالکل مختلف ہے، میرے رب نے مجھے ہر نعمت کے استعمال کی اجازت اور اختیار دیا ہے، لیکن میں اپنی مرضی کے باوجود تمام نعمتوں کے استعمال سے مجبوراً نہیں عمداً رکا ہوا ہوں، تاکہ تقویٰ کی اعلیٰ منزل کو پاؤں،

اس امتیاز کی بناء پر آدم نبیؑ سے افضل ہوں،

حضرت نوح کا قوم سے بیزار ہونا اور ان کے بیٹے کا کافر ہونا

اصبغ بن نباتہ نے عرض کی کہ یا مولا آپ افضل ہیں یا حضرت نوحؑ

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب قوم نے ان کو اذیتیں دیں تو انہوں نے اپنی قوم کیلئے بددعا کی، جس کے نتیجہ میں ان کی قوم ہلاکت کو پہنچی، نوحؑ کے مقابلہ میں جتنی تکالیف مجھے دی گئیں، میں نے امت محمد عربی کے لیے بددعا نہ کی بلکہ مرضی خدا و رسول کی خاطر ناگفتہ بہ مصائب والام کو خندہ پیشانی سے قبول کیا

رسول اعظمؐ کی زندگی میں میں نے اسلام، خدا اور رسول کے دشمنوں سے کھلی مبارزت کی، رسالت مآبؐ پر مسلط کی گئی جنگوں میں مشرکین مکہ، کفار مدینہ، یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں اسلام اور رسولِ اسلام کا اپنی جان لڑا کر دفاع کیا،

کفر و شرک کو ناکام و خوار کیا اور اپنی شجاعت و استقامت سے اسلام و رسولِ اسلام کو کامیاب و کامران کیا، سارا عرب بلاوجہ میرا دشمن بن گیا، حالانکہ میں یہ سب کچھ بحکم خدا و رسول مرضی خدا کے مطابق کرتا رہا،

اب یہ پرانے اور تجربہ کار اور رجسٹرڈ مشرک اور نیو مسلم میرے فی سبیل اللہ دشمن بن گئے ان دشمنان خدا و رسول کے کینہ و حسد، و عزائم کو جانتے ہوئے ان کے قتل سے رکا ہوا ہوں کیونکہ رسالت مآبؐ نے بوقت آخر مجھے وصیت کی تھی کہ یا علیؑ

"بعد از من تو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ شوی و صبر کنی و چوں مردم دنیا اختیار کنند تو را آخرت اختیار کنی"[1]

---

[1] المستدرک (۱۲۵/۳) البدایۃ والنہایۃ (۷/) مدارج النبوۃ (۵۵۵/۲)

کہ اے علیؑ یہ لوگ میرے بعد تجھے حق خلافت سے محروم کرنے کے لیے سقیفہ سازی کریں گے، میری بیٹی فاطمہ کو میرے حق سے محروم کریں گے

یا علیؑ! تیری دشمنی کیوجہ سے تیرے گھر کو جو علم و طہارت کا مرکز ہے بے ادبی کرتے ہوئے دھمکیاں دیں گے، تیرے گھر کو جلانے کی کوشش کریں گے تیری اولاد پر ستم کرینگے،

لیکن یا علیؑ ان سب ناقابل برداشت مظالم کو آپ فقط محمد عربی رسول اسلام کیلیے برداشت کرنا ہے، اللہ تعالیٰ اہل حق کے درمیان خوب فیصلہ کرنے والا ہے،

ابن قحافہ، ابن خطاب، ابن عفان، ابن سفیان نے عمداً ہمارے حق کو پس پشت ڈالا ان کے حق عہد حکومت میں علیؑ اور اولاد رسولؐ کی کردار کشی کی گئی،

ہمیں ہمارے شرعی، اخلاقی، تمدنی، سیاسی، معاشرتی، حکومتی حقوق سے محروم کرنے کیساتھ مجھے حق خلافت و حکومت سے محروم کیا گیا، اور فاطمۃ الزہراؑ کو حق وراثتِ پدری سے جان بوجھ کر محروم کیا گیا،

امت کے بچے ساری رات آرام و سکون سے سوتے تھے لیکن محمد رسول اللہ کے بچے، راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے جدِ بزرگوار کو یاد کر کے روتے ہیں خود بھی افسردہ اور غمگین دل کے ساتھ فاطمہؑ بنت محمدؐ اور حسنینؑ ہمامین زینبؑ ام کلثوم کو دلاسے دیتا تھا کیا علیؑ ابن ابی طالب کے لیے یہ مصیبت و امتحان کم تھا کہ رسول کی اکلوتی بیٹی رسولؐ کے بعد دکھ اور تمام قسم کی مصیبتیں لیکر اس دار دنیا سے رحلت کر گئی اور اسکا جنازہ اٹھانے میں کوئی گلہ گو مسلمان مدعا نہ تھا، سوائے حسنؑ و حسینؑ، زینبؑ و ام کلثومؑ اور مجھ علیؑ کے، فاطمۃ الزہرا بنت محمدؐ کو دفن کیا اور رات کی تاریکی میں، کئی سال تک مقام قبر کو علیؑ نے پوشیدہ رکھا،

اور جب مجھے حکومت ملی تو ایک دن بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا، بلا وجہ علیؑ اور مخلصین شیعہ پر جنگ مسلط کی گئی، کلمہ گو مسلمانوں کا بلا وجہ ابن سفیان نے قتل عام کیا،

ابن[1] سفیان نے مجھ پر بلا وجہ تبرا اور سب و ستم کا دلخراش ظلم کیا، امت رسول کی ان تمام تر زیادتیوں، احسان فراموشیوں (ناقدردگیوں) اور کھلے مظالم کے باوجود میں نے کبھی بھی ان کے حق میں بد دعا نہ کی،

لیکن نوح نبیؑ نے جذباتی ہو کر قوم کے حق میں بد دعا کر دی

ربِّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا

اور وہ طوفان میں مبتلا ہو کر برباد ہوئے، لیکن میں نے قوم کے مظالم پر صبر کیا، اور نوح علیہ السلام نے دامنِ صبر سے علیحدہ ہو کر قوم کے حق میں بد دعا دی اور حضرت نوحؑ کے مقابلے میں میری یہ ایک واضح فضیلت ہے، دوسری میری فضیلت یہ ہے کہ پسر نوح خدا اور نوح نبیؑ کا نافرمان نکلا، اور حضرت نوح کی پکار بھی اس کے بیٹے کے لیے سود مند ثابت نہ ہو سکی، ملاحظہ ہو، قرآن مجید۔ سورہ ہود

لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ فرزند عطا کیے کہ جو جوانان جنت کے سردار ہیں

احکام خداوندی کے نافذ کرنے میں علی بن ابی طالبؑ کسی سے نہیں گھبراتے

اصبغ بن نباتہؓ نے سوال کیا، کہ اے امیر المومنین: آپ افضل ہیں موسیٰ بن عمرانؑ مولائے کائنات نے فرمایا۔

اصبغ: تو نے قرآن پاک کی اس اسلامی حقیقت کیطرف متوجہ نہیں ہے کہ جب اللہ نے موسیٰ بن عمران کو حکم دیا، کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دین کی دعوت دو،

[1] معاویہ بن ابی سفیان کا مولائے کائنات کو سب و شتم کرنا، دیکھیے

(صحیح مسلم جلد ۲/ ۲۷۸) جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی (۴/ ۳۲۹) البدایۃ والنہایۃ (۷/ ۳۵۲) تاریخ الکامل (۳/ ۲۰۳) العقد الفرید و تاریخ ابی الفداء وغیرہ۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے میرے خدا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں فرعون مجھے قتل نہ کر دے حضرت موسیٰؑ نے اپنے رب سے جان کی حفاظت کا وعدہ لینے کے ساتھ دعا و استدعا کی، کہ میری مدد کے لیے میرے بھائی ہارون کو مؤید بنا تاکہ ہم دونوں مل کر تیرے دین کی تبلیغ کر سکیں، ملاحظہ ہو قرآن مجید، سورہ طٰہٰ، القصص

مولا علیؑ نے فرمایا، اصبغ جان لے میں نے دعوت ذی العشیرہ میں چالیس سرداران قریش کے سامنے علی الاعلان، نبی خاتم رسول اعظم کی حمایت کی اور نبی خاتم کی نصرت کے عہد کو تمام عمر نبھایا،

سب شب ہجرت خود کو کفار و مشرکین کے نرغے میں رکھا، اور رسول خدا کو مدینہ روانہ کر دیا، مکہ معظمہ جا کر بحکم خدا و رسول بغیر کسی خوف کے سورہ برأت کو مشرکین مکہ کے سامنے تلاوت کیا اور کسی سر پھرے سردار مشرکین مکہ سے نہ ڈرا،

موسیٰ تو فرعون مصر سے ڈر گئے لیکن علی بن ابی طالب فراعنہ عصر سے میری یہ قربانیاں مجھے موسیٰ بن عمران پر واضح برتری عطا کرتی ہیں،

میرے ان فضائل کے سب سے بڑے گواہ خود قرآن مجید اور سردار انبیاء و سرور کائنات حضرت محمد بن عبد اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کے دین کے لیے میں نے اپنی زندگی کی حلاوت کو زہر بنا لیا،

مادر عیسیٰ کا محراب بیت المقدس سے باہر آنا اور مادر شیر خدا کا کعبہ کے اندر آنا

اصبغ نے سوال کیا: یا امیر المؤمنینؑ آپ افضل ہیں یا عیسیٰ بن مریم

آپ نے فرمایا، مادر مسیح جناب مریم مشغول عبادت ہوئیں جناب زکریا نے ان کے واسطے برائے آمد و رفت ایک کھڑکی بنا رکھی تھی اس کے سوا اندر جانے اور باہر آنے کا کوئی راستہ نہ تھا،

سیڑھی لگا کر حضرت مریم محراب عبادت میں جاتیں،

بیت المقدس کے اس محراب میں عبادت کرتی تھیں، جب جناب مریمؑ حاملہ ہوئیں اور حضرت مسیح بن مریم کا وقت ولادت قریب آیا، تو غیب سے آواز آئی

هذه بیت العبادة لا بیت الولادة

مریم تو جان لے یہ جگہ خدا کی عبادت و پرستش گاہ ہے بچوں کی ولادت گاہ نہیں

بحکم خدا عبادت گذار مادر عیسیٰ مریمؑ کو ولادت کے وقت محراب سے دور کر دیا گیا اور ایک کھجور کے جھرمٹ میں مریمؑ نے بیت المقدس سے دور عیسیٰ کو جنا

مولا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں:

جب میری مادر گرامی فاطمہ بنت اسد پر میری ولادت کے آثار نمایاں ہوئے، تو میری محترمہ والدہ نے گھر کو چھوڑ کر بیت اللہ (کعبہ) کا رخ کیا، بیت المقدس کے پردہ اطہر کو پکڑا، اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی، یا رب ذوالجلال: تجھے اس مولود مقدس کا صدقہ جو میرے شکم مطہر میں ہے میرے لیے اس تکلیف کو دور اور آسان فرما اور اس مقام کو اسکی جائے ولادت بنا، اچانک دیوار کعبہ شق ہوئی غیب سے

منادی نے صدا دی کہ اے فاطمہ بنت اسد، زوجہ ابوطالب فکر نہ کر، بیت اللہ کے اندر داخل ہو جا۔ اس کے بعد دیوار کعبہ مل گئی، تین دن تک آپ کعبہ کے اندر رہیں اور تین دن کے بعد آپ مولا علیؑ کو ہاتھوں پہ اٹھائے رسالت مآبؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، آپ فرما رہی تھیں کہ مجھے یہ فضیلت حاصل ہے کہ میں نے تین دن تک دنیا کا کھانا نہیں کھایا، بلکہ اللہ کے گھر میں مہمان خدا بن کر بہشت کے پاک کھانے کھاتی رہی، اس فضیلت میں مادر عیسیٰؑ سے افضل ہوں۔

حقانیت پیغمبرؐ پر علیؑ جیسا شاہد و ناصر کافی ہے

اصبغ بن نباتہ نے سوال کیا کہ اے امیر المومنینؑ آپ افضل ہیں یا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰؐ؟

مولا علیؑ نے فرمایا، رسول اعظمؐ کے مقابلے میں میری حیثیت ایک غلام کی سی ہے جیسا کہ اصول کافی [1] میں آپ کا یہ اقرار موجود ہے،

انا عبد من عبید رسول اللہ

میں علی بن ابی طالبؑ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں محققین عامہ نے لکھا ہے کہ حقانیت محمد مصطفےٰؐ کیلئے بس یہی کافی ہے کہ رسول اعظم، نبی خاتم علیؑ بن ابی طالب جیسا پیروکار رکھتے ہیں

اصبغ نے عرض کی: یا مولاؑ کیا یہ ممکن ہے کہ میں آپ کی زبان مبارک سے حدیث رسولؐ سنوں، آپؑ نے فرمایا، علی بن ابی طالب امت اسلامیہ کا باپ حاکم رئیس اور خدمت گذار ہے۔

ایک دن پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ منبر پر جاؤ اور تین مطلب بیان کرو:

لعن اللہ من عق والدیہ، لعن اللہ من عق عن مولاہ ولعن اللہ من اظلم اجیرہ

خدا کی لعنت ہے، اس شخص پر جو والدین کا نافرمان ہو، لعنت ہے اس شخص پر جو اپنے مولا کا نافرمان ہو لعنت ہو اس شخص پر جو مزدور کی اجرت نہ دے

مولا کائنات فرماتے ہیں کہ میں منبر پر گیا اور یہ تین جملے ادا و بیان کئے، جب واپس پلٹا تو ایک شخص نے پوچھا، ان جملوں کا مطلب کیا ہے؟

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں، میں نے حضور اکرمؐ حضرت محمد مصطفےٰؐ کو اس طرف متوجہ کیا، تو پیغمبر خداؐ نے فرمایا،

انا ویا علیؑ انت ابوا ھذہ الامۃ

اے علیؑ: میں اور آپ اس امت کے دو باپ ہیں خدا لعنت کرے اس پر جو ہمارا نافرمان ہوگا،

انا وانت مولای ھذہ الامۃ

میں اور آپ اس امت کے حاکم ہیں خدا لعنت کرے اس پر جو ہماری اطاعت نہ کرے یا علیؑ میں اور آپ اس امت کے خدمتگذار ہیں، خدا کی لعنت ہے اس پر جو ہم پر ستم ڈھائے

جی ہاں جس وقت آپ احادیث رسول خاتم سنا رہے تھے اسی وقت مورد ظلم و ستم ٹھہرے،

اصبغ بیان کرتا ہے، تلوار کے اس زہر کا اثر سر اقدس پر بندھی پٹی سے نمایاں تھا۔

مجلس سوم

اتفاق امت بر عصمت امیر المومنینؑ

مولا امیر المومنین علی بن ابی طالب اور آپ کے گیارہ فرزند اور ان کی خلافت و امامت پر دلائل و براہین قاطعہ بکثرت موجود ہیں، منجملہ ان دلائل میں عصمت بھی ہے صاحبان نظر جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ امام کو بھی مثل پیغمبر معصوم ہونا چاہیئے:

امام کو گناہ، خطاء عمداً و سہواً محفوظ رہنا چاہیئے، تمام امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہی علی علیہ السلام ہی وہ مقدس ہستی ہے جس سے نہ عمداً نہ سہواً، کوئی خطاء وغیرہ سرزد ہوئی وہ ذات علی بن ابی طالب ہے، علماء اہل سنت نے حضرت ابوبکر کے حالات میں تحریر کیا ہے، کہ حضرت اول نے بالائے منبر یہ کہا "واعلموا ان لی شیطانا یعترینی"

کہ میرے ساتھ شیطان ہے جو مجھے ورغلاتا ہے اور مجھ سے اس اثر کی بناء پر خطاء سرزد ہوتی ہے۔ جب میں راہ راست سے ہٹ جاؤں تو مجھے راہ راست سے سب پر لے آنا اور جب امور مسلمین کو نمٹانے سے عاجز آجاتا ہوں تو یہ کہا کرتا، ہوں کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اور جب کہ تم لوگوں میں علی بن ابی طالب جیسی ہستی موجود ہے"

بعض علماء اہل السنت نے حضرت کے اس قول کی توجیہ یہ لکھی ہے کہ حضرت نے کسر نفسی اور انکساری کے اظہار کے لیے یہ جملہ کہا کرتے تھے، ابن خطاب کا قول کتب احادیث خصوصاً صحیح بخاری (۲/ ۱۰۰۹) میں ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ شرہا" کہ بیعت ابی بکر سوائے شرارت اور فساد فی الارض کے علاوہ کچھ نہ تھی اور خداوند نے اس کے مضرات سے اسلام اور مشن محمدی کو محفوظ رکھا

مولا علیؑ کا اعلم ہونا مسلم ہے؛

دوسرا استدلال مولا علیؑ کی خلافت کے اثبات کا علم ہے، ہم پہلے درج کر چکے ہیں کہ پیغمبرؐ کے وصی و نائب کے لیئے ضروری ہے کہ وہ تمام دینی علوم پر مکمل دسترس اور احاطہ رکھتا ہو، بلکہ ضروری ہے کہ وہ علم میں سب سے زیادہ ہو تاکہ پیغمبر کی مسند پر بیٹھ سکے،

مشہور روایت ہے کہ جسے سنی و شیعہ سب نے نقل کیا ہے کہ رسول اعظمؐ نے فرمایا، "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب" [1]

کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں اور جو بھی شہر میں داخل ہونا چاہے اس پر لازم ہے کہ وہ دروازے سے آئے

اس فرمان نبوی کے ساتھ یہ روایت بکثرت موجود ہے، کہ آپ نے ارشاد فرمایا "اقضاکم علیؑ" قضاوت میں تم سب سے زیادہ علم رکھنے والے علی بن ابی طالب ہیں، سورۃ الحاقہ

یہ آیت مجیدہ مولا علیؑ کے شان میں نازل ہوئی ہے

جو زیادہ تفصیل چاہتا ہے وہ کتاب حق الیقین، کفایۃ الموحدین کیطرف رجوع کرے اور سچ اور حق بات یہ ہے کہ اعتقادی مسائل میں مسئلہ امامت پوری، وضاحت کی احتیاج رکھتا ہے۔

[1] المستدرک (۳/ ۱۲۶) جامع الترمذی، تاریخ بغداد (۷/ ۱۱/ ۱۷)

تقدیم مفضول بر فاضل محال عقلی

عقل کا یہ فیصلہ ہے کہ ایسے شخص کو جو فضیلت میں کم ہو آگے لانا قبیح ہے اس ہستی کے برابر جو فضیلت میں زیادہ ہو، اور عقل اس خلاف عقل کام کی مخالف ہے،
مثال کے طور پر جاہل کو عالم پر فوقیت دینا، علم کو پست کرنا یا اسے واگذار کرنا، اور ناانصافی ہے، بلکہ عقل کا حکم تو یہ ہے کہ جو فضیلت میں زیادہ ہوگا وہی مقدم ہوگا، علمائے اسلام اور محققین کے نزدیک مولا علی علیہ السلام کا افضل ہونا ناقابل تردید حقیقت ہے،

یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ہے، بہتر یہ ہے کہ یہاں پر خطب خوارزمی جو اہلسنت کے بزرگترین محدثین میں سے ہیں وہ اپنی کتاب "المناقب" میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا،

کہ اگر تمام دریاؤں کی سیاہی اور تمام درختوں کی قلمیں بنا دی جائیں، آسمان اور زمین کو بطور تختی استعمال کیا جائے، جن و انس اور تمام ملائکہ لکھنے والے ہوں تو سب مل کر بھی مولا علیؑ کے فضائل کو نہ شمار کر سکتے ہیں اور نہ لکھ سکتے ہیں۔

ایک روایت در فضیلت امیر المومنینؑ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یا علیؑ تیرا ذکر عبادت ہے، تیری طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور جو بھی تیری فضیلت کو لکھے گا، جب تک وہ لکھی ہوئی فضیلت موجود رہے گی، ملائکہ اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے، یہی وجہ ہے کہ علماء اہل السنۃ و علماء شیعہ نے مولا علیؑ بن ابیطالب کی فضیلت میں کتب تالیف فرمائیں (جن میں کتاب الخصائص امام النسائی، کتاب الغدیر امام ابن جریر الطبری صاحب التفسیر و التاریخ

کتاب المناقب از امام احمد بن حنبل، ذخائر العقبیٰ و ریاض النضرہ از محب الدین الطبری الشافعی تذکرۃ الخواص لسبط ابن الجوزی الحنفی اور ینابیع المودۃ قابل ذکر ہیں)
اور جو شخص آپ کے فضائل بیان کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو جو اسکی زبان سے سرزد ہوئے معاف کر دیتا ہے اور جو آپ کی فضیلت سنے اللہ تعالیٰ اس آدمی کے گناہان سمعی کو معاف فرما دیتا ہے

جہنم دشمنانِ مولا علی کیلئے ہے

نبی اکرمؐ نے فرمایا: لو اجتمع الناس علی حب علی بن ابی طالب لما خلق اللہ النار
کہ اگر ساری مخلوق مولا علیؑ کی محبت اور ولایت پر جمع ہو جاتی اور اس محبت پر اس دنیا سے دار البقاء کی طرف منتقل ہو جاتی تو خداوند عزوجل دوزخ کو پیدا نہ کرتا،
جی ہاں جہنم مولا علیؑ کے دشمنوں کے لیے ہے، سوال کیا گیا کہ جو محبان علی گناہ کے مرتکب ہوئے اور دنیا سے چلے گئے ان کا کیا بنے گا،؟
رسالتمآبؐ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ حب ار علیؑ توبہ کے بعد مرتا ہے اور خود محبت علیؑ اس بات کا سبب بنتی ہے کہ انسان اس دار فانی سے توبہ کر کے دار البقاء کی طرف انتقال کرتا ہے،
بناء برایں فرض کریں کہ جو اس دنیا سے گناہ آلودہ ہو کر جاتا ہے تو عالم برزخ میں پاک ہو جاتا ہے
اس ضمن میں شہید محراب آیت اللہ دستغیب سید اسماعیل حمیری شاعر و مداح آل محمدؐ کی موت کا واقعہ بیان کرتے ہیں

بوقت موت حمیری کی مشکلکشائی

مداح اہل بیت اسمٰعیل بن الحمیری جو کہ مولا علیؑ کا گنہگار شیعہ تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا، تو دوستوں کے علاوہ چند ناصبی اور خوارجی بھی اس کے گرد جمع تھے، حمیری ایک خوبصورت شخص تھا، موت کے عالم میں اسکا چہرہ سیاہ ہو گیا اور قریب بیٹھے ہوئے مومنین حسرت سے آنسو بہانے لگے، جبکہ خوارج اور نواصب نے خوش ہونے کے ساتھ ساتھ سید حمیری کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا،
کچھ لمحات اس حالت میں گذرے کہ حمیری نے اپنا چہرہ نجف اشرف کی طرف پھیرا، اور عرض کی اے مولا علیؑ: مجھے ان سخت مراحل میں تنہا نہ چھوڑیئے حمیریؒ کے اس استغاثہ کے بعد اس کا چہرہ روشن ہو گیا، اور چودھویں کے چاند کی طرح نورانیت سے اس کا چہرہ دمکنے لگا،
اس موقعہ پر سید حمیری نے فرمایا کہ آپ لوگ مجھ کو اٹھا بٹھائیں، جب اسے بٹھایا گیا تو اس نے دو مصرعوں پر مشتمل ایک شعر کہا جس کا نفس مضمون یوں ہے:

کہ جھوٹ بولتے ہیں وہ لوگ جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ علی بن ابی طالبؑ سختی اور دشواری کے وقت اپنے محبوں کی مشکل کشائی نہیں کرتے حالانکہ تم لوگ، بچشم خود گواہ ہیں کہ جس تکلیف میں میں ابھی مبتلا تھا اور جب میں نے اپنے مولاؑ کو پکارا تو مولاؑ نے میری فریاد سنی، اور میری بوقت موت نصرت کو پہنچے

اور اپنی رحمت سے میرے گناہوں کو بخشوا دیا اور سچ یہ ہے کہ مولا علیؑ بیوفا نہیں ہیں، میرے مددگار بنے اور اللہ نے نجات دی،
آپ کا حبدار گناہوں کے سبب روسیاہ ہو چکا تھا مگر آپ کی محبت نے اس کی فریاد سنی، اور اسکے سیاہ چہرے کو نورانی بنا دیا، یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰؐ نے پہلے ہی فیصلہ فرمایا تھا،
کہ اگر تمام دنیا محبت علیؑ پر جمع ہو جاتی تو خدا جہنم کو پیدا نہ کرتا،

محبت علیؑ مکمل نیکی ہے:

مشہور حدیث ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

"حب علیؑ حسنۃ لایضر معہا سیئۃ وبغضہ سیئۃ لاینفع معہا حسنۃ"

کہ علی بن ابی طالبؑ کی محبت ایک ایسی نیکی ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے کوئی برائی نقصان نہیں دیتی اور علیؑ کا بغض ایک ایسا گناہِ کبیرہ ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی نیکی فائدہ مند ثابت نہیں،

اور حدیث کو اس مفہوم کے قریب قریب محقق قمی نے اپنی کتاب جامع میں نقل کیا ہے

محبت حیدر کرارؑ گناہوں سے پاک ہونے کا سبب ہے

اگر محب علیؑ کے گناہ زیادہ بھی ہوں تو برزخ میں وہ اپنے محبوب کی ملاقات سے کچھ وقت تو محروم رہیگا لیکن پھر بھی بخشا تو جائیگا

حتی کہ اگر اپنے گناہوں کے سبب سے قیامت تک سزا بھگتا رہے اور اگر جہنم میں بھی چلا جائے بالآخر امیر المومنینؑ اپنے دستِ مبارک سے جہنم سے نکال لیں گے،

محبّ علیؑ سدا جہنم میں نہیں رہیگا

محقق قمی فرماتے ہیں کہ جہنم میں دشمن علیؑ ہمیشہ رہیگا، اور شاید حدیث کا مفہوم بھی یہی ہو کہ، محبت اور دوستی مولا علیؑ کے ہوتے ہوئے کوئی بھی گناہ ایسا نہیں ہے، جو ہمیشہ جہنم میں رہنے کا سبب بنے خواہ تین لاکھ سال جہنم میں پڑا رہے

علماء اہلسنت سے ہارون رشید کی گفتگو

علماء اہل السنت کے کتب مناقب میں تحریر کیا ہے کہ ایکدن ہارون الرشید نے اہل السنت کے تمام علماء اور مفتیان کو جمع کیا، ہارون الرشید نے فقیہہ امام شافعی سے پوچھا کہ آپ کو فضائل علی بن ابی طالب میں کتنی احادیث پیغمبر یاد ہیں؟

شافعی نے کہا کہ بہت زیادہ،

ہارون نے کہا کہ انمیں سے کچھ تو بتائیں؟

شافعی نے کہا میں ڈرتا ہوں اس بات سے کہ جان سے نہ ہاتھ دھو بیٹھوں۔

ہارون نے کہا کہ کسی سے نہ ڈرو اور بیان کرو،

شافعی نے کہا کہ تقریباً پانچسو احادیث یاد ہیں،

پھر ہارون الرشید قاضی ابو یوسف کیطرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اس سے زیادہ

احادیث کس کو یاد ہیں،

قاضی ابو یوسف نے کہا کہ مجھے پندرہ ہزار مسند (مرفوع متصل) احادیث اور اتنی ہی مرسل احادیث۔

پھر ہارون امام المغازی والسیر واقدی (محمد بن عمر بن واقد شیخ ابن سعد) کیطرف رخ پھیر کر مخاطب ہوا، کہ تمہیں کتنی احادیث پیغمبر یاد ہیں،

واقدی نے کہا کہ مجھے ابو یوسف جتنی یاد ہیں، اس پر ہارون نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا یہ تو تمہاری سنی ہوئی باتیں ہیں اور میں تم لوگوں کو مولا علیؑ کی ایسی فضیلت بیان کرتا ہوں جس کو میں نے بچشم خود ملاحظہ کیا ہے سب میں سننے کا شوق پیدا ہوا

خطیب دمشقی کا انجام

حجاج بن یوسف والی دمشق نے مجھے لکھا کہ خطیب دمشقی دشمن علیؑ ہے اور مسلسل اپنی تقریروں میں مولا علیؑ کو برا بھلا کہتا ہے، جتنی بھی میں نے اسے نصیحت کی ہے، ڈرایا دھمکایا ہے اس کا اسے کچھ اثر نہیں ہوا،

ہارون نے کہا، میں نے حجاج بن یوسف سے کہا کہ وہ خطیب بغدادی کو میرے پاس بھیج دے جب وہ میرے پاس پہنچا، تو میں نے اسے نصیحت کی اور اس سے پوچھا کہ تو حضرت علیؑ سے دشمنی کیوں رکھتا ہے؟

اس نے کہا چونکہ علیؑ نے میرے آباء واجداد کو قتل کیا،

ہارون نے کہا حضرت علیؑ نے حکم خدا و رسول کے مطابق تیرے کافر و مشرک آباء واجداد کو قتل کیا نہ کہ اپنی کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر، لیکن اس نصیحت کے باوجود بھی وہ دشمنی مولا علیؑ سے باز نہ آیا، ہارون نے اسے سزا کا حکم دیکر زندان میں ڈالدیا

ہارون کہتا ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ فضا معطر ہوئی، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰؐ آسمان سے تشریف لائے، حضرت علی، جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا جناب امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام اور ملائکہ میں سے جناب جبرائیل ان کے ساتھ ہیں،

پیغمبر خداؐ نے شیعان علیؑ میں سے ہر ایک کو آواز دی (طلب فرمایا) جو میرے محل کے ارد گرد جمع تھے، چالیس آدمیوں کا جناب رسالتمآبؐ نے نام پکارا، اور میں ان کو پہچانتا ہوں، وہ سب کے سب دوستان و محبانِ علی بن ابی طالب سے ہیں،

پیغمبر اسلام نے ان سب کو جامِ شیریں سے سیراب کیا۔

اسی اثناء میں حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر خداؐ سے عرض کی: کہ یا رسول اللہؐ اس خطیب دمشقی سے پوچھیں کہ میں نے انکے ساتھ کیا ناروا سلوک کیا ہے کہ یہ مجھ سے دشمنی اور مجھے سب کرتا ہے، خطیب دمشقی کو لایا گیا، رسول اکرمؐ نے فرمایا، تجھے حیاء و شرم نہیں آتی اور دعا کی خدایا اسے مسخ کر نبی اکرمؐ کی دعا کے بعد خطیب بغدادی کتے کی شکل میں بدل گیا، میں خواب دیکھ کر ڈر گیا،

جب خواب سے بیدار ہوا تو میں نے اپنے غلام سرور سے کہا کہ خطیب دمشقی کو جیل سے نکال کر میرے پاس لاؤ میں اسے نصیحت کے ساتھ اپنا خواب سنانا چاہتا ہوں، ہارون کا خادم زندان میں گیا اور واپس آکر ہارون کو بتایا کہ قید خانہ میں خطیب کی بجائے ایک کتا وہاں پھر رہا ہے

ہارون نے کہا کہ اسی کتے کو میرے پاس لے آؤ دوسروں کی عبرت کیلئے،

خطیب دمشقی کے کان اس کی پہلی حالت پر باقی تھے، جبکہ بقیہ تمام اعضاء جسم کتے کی شکل میں بدل چکے تھے،

آسمانی بجلی کا خطیب دمشقی پر گرنا

سب علماء اور اہل دربار نے ہارون سے کہا کہ ہمیں بھی منکر علی خطیب دمشقی دکھاؤ
ہارون نے علماء کرام سے کہا کہ میں نے آپ حضرات کو زحمت سی فقط اس لیے
دی ہے تاکہ تم مولا علیؑ کی اس فضیلت کو بچشم خود دیکھو۔
غرضیکہ خطیب دمشقی کو دربار میں لائے حالت اسکی یہ تھی کہ اس کی پگڑی اس
کے گلے میں بندھی ہوئی تھی اور ہارون کے نوکر اسے دربار میں کھینچ کر لا رہے
تھے اور خطیب دمشقی ساتھ ساتھ گھسیٹا چلا آرہا تھا اور سر جھکائے کتے کی شکل میں
دربار میں بندھا کھڑا تھا،
سارے دربار میں سناٹا چھایا ہوا تھا امام شافعی نے اسے اس حالت میں دیکھ کر
فوراً کہا کہ دمشقی پر قہر خدا نازل ہو چکا ہے اسے جلد از جلد دربار سے نکال دیجئے
کہیں ہم سب پر بھی عذاب خدا نہ آن پڑے
فوراً ہی ہارون کے غلام اسے زندان کیطرف گھسیٹ کر لے گئے اور زندان میں
بند کر دیا
تھوڑی دیر بعد ایک ہولناک آواز اٹھی اور اس قید خانہ پر آسمانی بجلی گری
اور خطیب دمشقی کو زندان سمیت جل کر واصلِ جہنم ہو گیا۔
یہ ہے مولا علیؑ کی دشمنی کی سزا

مولا علیؑ کی عداوت قہر خدا کا سبب بنتی ہے!

مجلس چہارم

اے مولائے متقیان علی بن ابی طالبؑ:
کہ درود وسلام ہو آپ کی ذات اقدس پر کہ آپ پرہیزگاروں کیلئے نعمت
خدا اور فاسقوں اور فاجروں کیلئے قہر خدا ہیں،
اور آپ لطف وکرم خداوندی کے دست مبارک:
جس ہاتھ کی بدولت اللہ تعالیٰ بندگان خدا کی مدد کرتا ہے۔ جو مدد کے مستحق ہیں
اور آپ کا ہاتھ قہر خدا ہے ان لوگوں کے لیے جو قہر خداوندی کے مستحق بنیں،
یہ وہی ہاتھ مبارک ہیں جنہوں نے انگلی کے اشارے سے مرہ بن قیس کو واصلِ جہنم
کیا۔

M. Hayat : کتابت

انگشتِ مولا علیؑ کا معجزہ

مرحوم علامہ حاجی نوری رحمہ اللہ نے مرہ بن قیس کے واصلِ جہنم ہونے کا واقعہ
یوں لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:
کہ مرہ بن قیس عرب کے مشہور سرداروں میں شمار ہوتا تھا، اس نے ایک لاکھ
افراد پر مشتمل مسلح لشکر تیار کیا اور یہ شخص دشمنان مولا علیؑ کا سرغنہ تھا،
اسے اطلاع ملی کہ لوگوں کی کثرت قبر مطہر مولا علی کی زیارت کیلئے شب و روز
آتی ہے اور آپ کے قبہ مبارک اور بارگاہ کا احترام کرتے ہیں یہ دشمن علیؑ یہ
خبر سن کر حسد کی آگ میں جل بھن گیا اور کہنے لگا کہ میرے ہوتے ہوئے قبر علی کا اس
قدر احترام کیوں؟
ابھی میں جا کر قبر علیؑ کے آثار مٹاتا ہوں، اس نے بمعہ اپنے لشکر کے نجف اشرف
پر چڑھائی کا منصوبہ بنایا، کسی سے بھی مرہ بن قیس کو ڈر نہ تھا کیونکہ وہ خود خونخوار
بہادر اور اس کا لشکر بڑا قوی تھا،
اہل نجف نے بڑی منت سماجت کی کہ آپ علی مرتضیٰ کے قبہ مبارک نہ گرائیں یہاں
لوگوں کی مشکلات حل ہوتی ہیں معجزات و کرامات کا ظہور ہوتا ہے مگر وہ باز نہ
آیا کدال لے کر قبر اطہر کو کھودنے لگا اور چاہتا تھا کہ قبر مبارک کو خراب کرے کہ یکدم
آپ کی لحد کو شگاف پڑا اور آپ کی انگشت مبارک نمودار ہوئی اور اس ملعون
کے دو حصے ہوئے اور مرہ بن قیس واصل جہنم ہوا،

شاہی بضربت دو انگشت — چوں مرہ بن قیس کافری کشت

مولا علیؑ ایسا بادشاہ ہے کہ جس نے اپنی دو انگلیوں سے مرہ بن قیس جیسے کافر کو قتل کیا
عرب و عجم کے شعراء نے مولا علی کے اس معجزہ کے متعلق عجیب و غریب اشعار لکھے ہیں:
مورخین کا بیان ہے کہ اس دشمن مولا علیؑ کا بہت برا انجام ہوا کہ مرہ بن قیس کا جسم
پتھر کی مانند سخت ہو گیا، اور کافی مدت تک اس کے مردہ جسم سے اتنا خوف آتا تھا
کہ لوگ اس کی طرف دیکھتے تک نہ تھے،
جنگلی جانور اسے نوچنے کی بجائے اس پر بول و براز کرتے تھے، آخر کار اس کے جسم
کو جانور نجف کی حدود سے باہر گھسیٹ کر لے گئے
اور اس کے رشتہ داروں نے اٹھا کر اسی بیابان میں دفن کر دیا،
سچ ہے کہ مولائے کائنات کی محبت محبان علیؑ کیلئے نعمت خداوندی، اور
دشمنانِ علیؑ کے لیے قہر و غضب خداوندی ہے۔

قبر حضرت عباسؑ پر جھوٹی قسم کھانے کا انجام

ایک نیک وصالح شخص جس پر مجھے پورا اعتماد ہے اور جو اس (موجودہ) سال کربلاء معلیٰ کی زیارت سے مشرف ہوا چند عجیب وغریب واقعات سنائے منجملہ ان واقعات کے کہتا ہے :

ایک دفعہ یہ ہوا کہ میں حرم مطہر حضرت ابوالفضل العباس میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت شدید گرمی تھی اور حرم میں کوئی شخص موجود نہ تھا، میں نے دیکھا کہ دو شخص حرم میں داخل ہوئے ایک بوڑھا تھا، جس نے ایک نوجوان کو پکڑ رکھا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے جوان تو قسم کھا کہ تونے میرے سو (۱۰۰) تومان نہیں اٹھائے وہ جوان قسم اٹھانے پر تیار ہوگیا، لیکن میں نے اسے جھوٹی قسم کھانے سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن وہ باز نہ آیا، مسافر بوڑھے مومن کے ۱۰۰ تومان ہضم کرنیکی خاطر جھوٹی قسم کھا گیا۔

اس جوان کی قسم کے بعد ایک خوفناک آواز حرم حضرت عباسؑ میں بلند ہوئی جو دور تک سنائی دی گئی اور وہ جوان منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور وہ بزرگ مسافر وہاں سے بھاگ کر دور کھڑا ہوا اور حرم مطہر کے خدام اس کو دور لیے جا رہے ہیں

جنت و دوزخ کی چابی مولا علیؑ کے پاس ہے

اخطب خوارزمی اور ثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا،

کہ کل قیامت کے دن میرے لیے ایسا ایک منبر نصب کیا جائے گا، جو ایک سو زینوں پر مشتمل ہوگا،

اس کے پہلے زینے پر میں بیٹھوں گا، اور دوسرے زینے پر میرے برادر علی بن ابی طالبؑ تشریف فرما ہوں گے اور ان سے نچلے زینوں پر دو شخص بیٹھیں گے، ان دو شخصوں میں سے ایک کہیگا کہ اے اہل محشر :

میں رضوان جنت اور خزائن بہشت کا کنجی بردار ہوں، خداوند کریمؐ نے مجھے حکم فرمایا ہے : کہ بہشت کی کلید جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کردوں ؛

جبکہ دوسرا کہیگا کہ میں دوزخ کا مالک اور سرپرست ہوں، لہذا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں دوزخ کی چابی سردار انبیاءؐ کے سپرد کروں

حضور پاکؐ فرماتے ہیں کہ اس موقعہ پر میں ان سے چابیاں لے کر علی علیہ السلام کو دوں گا، اور اسی مفہوم کو خداوند نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

ألقیا فی جھنم کل کفار عنید،

کہ اے محمدؐ و علیؑ ہر سرکش و کافر کو جہنم میں پھینک دو اسی لیے آپؐ نے فرمایا

من مجد نبوتی فھو الکافر ومن مجد ولایتی علی فھو العنید

مولا علی علیہ السلام قسیم النار والجنۃ ہیں، یعنی جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والے ہیں،

روایت میں آیا ہے کہ آپ پل صراط پر کھڑے ہوں گے جو بھی وہاں سے گذرے گا اس کے چہرے سے نمایاں ہوگا کہ وہ دوست علیؑ ہے یا دشمن یا علی ہے اگر دوست ہے تو گذر جائے گا، اگر دشمن ہے تو آپ فرمائیں گے ؛ اے دوزخ کی آگ اسے اپنی گرفت میں لپیٹ لے،

وقفوھم انھم مسئولون ؛ سورۃ الصافات

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین سنہ وشیعہ نے لکھا ہے کہ اس سوال سے مراد ولایت علی بن ابی طالبؑ کا سوال ہے کہ جو ہر پل صراط سے گذرنے والوں سے کیا جائیگا، محب علیؑ جنت میں جائے گا، اور منکر علیؑ دوزخ کیطرف ہانکا جائے گا،

سقٰھم ربھم، سورۃ الدہر

اللہ رب العزت اپنے بندوں کو رزجزا حوض کوثر میٹھا اور ٹھنڈا پانی پلائے گا،

تفاسیر میں آیا ہے کہ خداوند متعال نے اس کام کو ولایت مرتضیٰ کے سپرد کر رکھا ہے، ستر سال تک ماہ رمضان کے روزہ داروں اور حرام سے اجتناب کرنیوالوں اور نیکی بجا لانیوالوں کے معاملات کو اللہ نے مولا علیؑ کے ہاتھ میں رکھا ہے جسم اللہ کے شایان نہیں اور عقلاً وشرعاً ایسا محال لہذا ید اللہ سے مراد دست حیدرؑ جیسا کہ حدیث گذر چکی ہے شیعان علیؑ بوقت موت مولا امیر المومنینؑ سے ہوتی ہے۔

مجلس پنجم

آئمہؑ ہدیٰ خاندان قریش سے ہوں گے

اخطب خوارؒ

منجملہ اثبات امامت پر استدلالات کے اس خبر کے جو تواتر کیساتھ رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے جانشین بارہ[۱۲] ہوں گے اور سب کے سب قریش سے ہوں گے، لایزال ہذا الدین عزیزا منیعا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش[۱]

اور بہت سی احادیث میں ان کے ناموں کی وضاحت بھی فرمادی، حضرت امام حسینؑ کے بارے میں فرمایا :

ھذا الامام، اخو الامام، وابن الامام، وابو الائمۃ

جیسا کہ مورخ ابن جریر الطبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ رسالت مآبؐ نے حضرت امام حسین کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ خود بھی امام اس کا بھائی بھی امام اور خود امام کا فرزند اور نو آئمہ کا باپ ہے اور نواں اس کی نسل سے حضرت قائم الحجۃ عجل اللہ فرجہ الشریف جو حق وعدالت سے قیام فرماکر دین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے

---

[۱] اس روایت کو امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری (۲/۱۰۷۲) باب الاستخلاف میں اور مسلم بن الحجاج نے اپنی کتاب کے (۲/۱۱۹) کتاب الامارۃ میں درج ہے ؛

آئمہؑ کا شب معراج نورانی صورت میں ہونا

کتب احادیث میں فرمان رسالت مآبؐ نقل کیا گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا،
میرا دین قیامت تک قائم و دائم رہیگا اور میرے بارہ جانشین ہوں گے اور سب کے سب خاندانِ قریش میں سے ہوں گے
ایک اور حدیث میں فرمایا کہ شب معراج مجھے میرے خلفاء و جانشین دکھلائے گئے سب سے پہلے میرے بھائی علیؑ کو نورانی صورت میں دکھایا گیا
پھر امام حسن علیہ السلام اور اس کے بعد سید الشہدا امام حسین سے لے کر امام مہدی آخر الزمان تک تمام آئمہ طاہرین دکھائے گئے جن کے چہرے دمکتے ہوئے ستاروں کی طرح چمک رہے تھے

امامت قیامت تک ہے

مستند طرق سے مروی ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ میرے بارہ خلفاء ہوں گے۔

یکون من بعدی اثناء عشر خلیفۃ کلھم من قریش

مزید فرمایا کہ میرے بارہویں خلیفہ کی آمد قیامت کے قیام سے پہلے ہوگی
اور میرے آخری خلیفہ کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کے القابات میں سے ایک لقب خاتم الاوصیاء ہوگا۔

عترت قرآن سے جدا نہیں

شیعہ و سنی کے نزدیک حدیث ثقلین متواتر ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور فرمایا،
کہ میں اس دار فانی سے عنقریب انتقال کر کے اپنے رب کے پاس جانیوالا ہوں اور تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، قرآن اور اپنی عترت اور یہ دونوں ایکدوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر تک نہ پہنچ جائیں،
بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت سے سوال کیا گیا، عترت شما کیست؟
آپ کی عترت کون ہیں؟
آپ نے حضرت علی علیہ السلام کیطرف اشارہ کیا اور اپنے دستِ مبارک کو حسنؑ و حسینؑ کے سر پر رکھا اور ارشاد فرمایا کہ یہ ہیں میری اہل بیت،
اے گروہ مسلمانان:
تم قرآن مجید اور میری عترت سے متمسک رہو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے

اجر رسالت اہلبیتؑ کی دوستی

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

اس آیت مجیدہ کے شانِ نزول کے سلسلے میں مفسرین نے تحریر کیا ہے، کہ مدینہ کے چند متمول صحابہؓ جمع ہوئے اور باہم مشاورت ہونے کے بعد ایکدوسرے سے کہا کہ پیغمبر اسلامؐ کا ہماری گردنوں پر بہت زیادہ حق ہے اور رسولِ اکرمؐ بوڑھے ہو گئے ہیں اور اہل و عیال بھی زیادہ ہیں اور حضرت کے مصارف بھی بہت زیادہ ہیں۔
لہٰذا ہم سب مل کر کچھ رقم جمع کریں، اور اس سے کچھ جائیداد (ملک) وغیرہ خریدیں تاکہ رسول اکرمؐ اس سے استفادہ کریں، اس پر جبرائیل آمین یہ آیت لے کر نازل ہوئے

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

اے میرے رسولؐ: ان سے کہہ دو کہ میں تم سے رسالت کی تبلیغ پر کچھ اجرت نہیں چاہتا بجز محبت اہل بیت کے اور اس محبت کا ثواب بھی مسلمان کو پہنچے گا،
اسی مفہوم کو دوسرے لفظوں میں سورہ سباء آیت ۴۷ میں بھی بیان کیا گیا ہے

ارشاد رب العزت ہے کہ جو کچھ میں نے چاہا ہے تمہارے لیئے نفع بخش ہے وگرنہ میرا اجر تو خدا پر ہے، یہ جو میں نے تم لوگوں کو مودت و اطاعت اہل بیت (ذو القربیٰ) کے لیئے کہا ہے یہ مودت اور پیروی سب کچھ تمہاری بہتری میں ہے۔

اگر کوئی بندہ مولا علیؑ کو دوست رکھیگا تو علی علیہ السلام اپنی روحانی و نورانی طاقت سے اسکی فریاد کو پہنچے گا،
اور اگر مودت نہیں رکھے گا تو خود بخود اپنے آپ کو نعمت الٰہی کے فیض سے محروم کرے گا، بہت سارے قسمت کے ہارے لوگ جن کا پاؤں پلصراط سے لغزش کھائے گا، تو اگر وہ محب علیؑ ہوگا تو مولا علیؑ اس کی فریاد کو پہنچیں گے،
اور نجات انسان اہل بیتؑ کی مودت و محبت میں ہے انسان پر لازم ہے کہ وہ قرآن مجید اور میری اہل بیت سے مودت اور محبت رکھے اور ان سے ہی تمسک کرے، اور اس نسبت دینی کی حفاظت کرے
علامہ محمد باقر مجلسی مرحوم نے کتب عامہ و خاصہ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: کہ
یا علیؑ تیری دوستی ایمان اور تیری دشمنی کفر ہے، ہر وہ دل جس میں محبت علیؑ موجود ہے ایمان بھی وہیں موجود ہے۔
اور ہر وہ مقام جہاں بغض علیؑ ہے وہاں ایمان کی خیر نہیں ہے اور جو بھی مولا علیؑ کو دوست نہیں رکھتا وہ کافر ہے، خواہ وہ آدمی اپنے زمانے کا زاہد اور پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو۔
مختصر یہ کہ ہزاروں خوارج و نواصب کی قیمت ایک جو کے برابر بھی نہیں ہے

حدیث طیر اور مولا علیؑ کا محبوب خدا ہونا

یہ حدیث کتب اہل سنت و کتب شیعہ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ انس بن مالک خادم رسولِ خدا بیان کرتا ہے کہ میں رسالتمآبؐ کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک بھنا ہوا پرندہ آپؐ کے سامنے موجود تھا اور وہ بھنا ہوا پرندہ آپ کے کھانے کیلئے رکھا گیا تھا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی

اللھم ائتنی من احب الیک من خلقک الیک یاکل معی ھذا الطیر

اے خداوند میری طرف ایسی ہستی کو بھیج جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب و عزیز ہو تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندہ کو کھائے

ابھی کچھ دیر ہی گذری کہ ایک آواز بلند ہوئی کیا دیکھا کہ مولا علی بن ابی طالبؑ تشریف لائے،

انس کا بیان ہے کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ شرف حضرت علیؑ کو حاصل ہو کہ وہ رسالتمآبؐ کے ساتھ کھانا کھائیں، میں نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ آپ یہاں تشریف لائے۔

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا، خدمت رسالتمآبؐ میں حاضر ہونا چاہتا ہوں، پھر انس کا بیان ہے، کہ اے علیؑ، رسول خداؐ کسی کام میں مصروف ہیں، کسی اور وقت آپ تشریف لائیں، حضرت علیؑ چلے گئے، پیغمبر خداؐ نے دوبارہ اللہ کے حضور دعا کی، کہ اے اللہ جو مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اسے میری طرف بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ مل کر کھانا کھائے، زیادہ دیر نہیں گذری کہ پہلے کی طرح پھر آواز بلند

ہوئی، انس بن مالک دوبارہ اپنے حسد کیوجہ سے رکاوٹ بننا چاہا، غرضیکہ مولا علی علیہ السلام دوبارہ واپس ہوئے

تیسری مرتبہ پیغمبر اسلام نے دعا مانگی، تھی اس مرتبہ اتنی ہی آواز بلند ہوئی، جس آواز کو خود پیغمبر خداؐ نے بھی سنا، اب کی بار حضرت انس جرأت نہ کرسکے کہ حضرت علیؑ کا راستہ روکیں — لہذا حضرت علی علیہ السلام اندر تشریف لائے رسولخدا نے پوچھا؟ یا علی کیا وجہ ہے؟ کہ دیر سے آئے ہو، عرض، کی یا رسول اللہ مجھے تو تیسری بار ہو چکی ہے، یہاں آتے ہوئے — رسول پاکؐ نے فرمایا، تو کس چیز نے تجھے روکا داخل ہونے ہو،

یا میرے تک آنے میں،

حضرت انس کہتے ہیں، کہ میں بول پڑا، کہ اللہ کے رسول میں نے مولا علیؑ کو آپکی خدمت میں آنے سے روکے رکھا۔ کیونکہ میں چاہتا تھا، کہ میرے رشتہ داروں میں سے کوئی سرور انبیاء کے ساتھ کھانا کھائے۔ لہذا میں ہی رکاوٹ بنا رہا،

غرض امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت رسولخدا کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرمایا، یہ مرضی خدا اور مرضی رسول کے مطابق تھا۔

آئمہ ہدیٰ کی فضیلت کے بارے میں شیعہ محققین میں علامہ مجلسی رحمۃ اللہ کی کتب پر ہیں کفایۃ المواحدین بڑی جاذب نظر کتاب ہے، اور عربی میں اہل، سنت کی کتاب غایت المرام ہے،

آیۃ تطہیر آئمہ معصومینؑ کا تعارف ہے

یہ آیت تطہیر جسے ہم نے کئی بار مورد بحث قرار دیا ہے۔

حکم ہوتا ہے خدا ارادہ رکھتا ہے کہ تم اہلبیت سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور تمہیں پاک رکھنے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے اس آیت مبارکہ کے، شان نزول میں لکھا گیا ہے کہ رسولخدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چادر اپنے اوپر اوڑھے ہوئے تھے کہ جناب حضرت علیؑ جناب سیدۃ طاہرہ، فاطمۃ الزہراء حضرت امام حسن و حسین علیہم السلام تشریف لائے اور، اجازت چاہی کہ اے اللہ کے رسولؐ ہم آپؐ کے ساتھ آپکی اس مقدس چادر میں باہم جمع ہو سکتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ مجھے حکم ملا ہی ہے یہی خدا کی طرف سے، جب یہ پانچ مقدس پاک ہستیاں چادر کے نیچے تشریف فرما ہوئیں تو حضرت جبرائیل امین یہ آیت مقدسہ لے کر نازل ہوئے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

آیۃ اللہ دستغیب فرماتے ہیں کہ یہ چند واقعات در فضائل مولا علیؑ بطور نمونہ نقل کیئے گئے ہیں ورنہ صحیح اور کھلی حقیقت یہ ہے کہ مولا علی ابن ابی طالبؑ اور انکی طاہر اولاد کے فضائل شمار سے باہر ہیں فضائل علیؑ اور اولاد علی کی روایات عند السنۃ والشیعۃ حد تواتر تک ہیں لہذا مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ علیہم السلام کی فضیلت و طہارت اور امامت کو ثابت کرنے کیلیے طیر کافی ہے اور ہمارے آئمہ ہدیٰ کی عصمت

مسلمات اسلام میں سے ہے، کسی سخت سے سخت دشمن میں یہ جرأت نہیں کہ وہ آئمہ اثنا عشر میں صداقت کی روشنی میں گناہ، سہو و نسیان تک کا یا اشتباق بیان کرسکے جبکہ آئمہ ہدیٰ کے مقابلے میں عام صحابہ تو کجا بڑے بڑے اسلام کے عرض زندگی کا کثیر حصہ بتوں کی پرستش میں گزار دیا

حضرت علیؑ ہوش سنبھالتے ہی اسلام پر قائم تھے کبھی بھی بتوں یا غیر خدا کی پرستش نہ کی، یہی وجہ ہے کہ عند السنۃ والشیعہ علی کرم اللہ وجہہ قرار پائے روایات کے مطابق رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوموار کے دن، ظاہری اعلان نبوت فرمایا، اور منگل کے دن مولا علی علیہ السلام نے آپکی بیعت کی، اور نصرت کا اعلان کیا۔

حضرت علیؑ کی عدالت کا نمونہ

موسم عید تھا، عید کی خوشی میں خواتین عرب خصوصاً خواتین بنی ہاشم زیورات زیب تن کیے ہوئے تھیں؛

حضرت اُم کلثوم بنت علی علیہ السلام نے عہد امیر المومنین میں بیت المال کے خازن سے سونے کے زیورات کنگن اور چوڑیاں عارضۃً منگوائیں تاکہ عید پر پہننے کے بعد واپس بیتُ المال جمع کرادیں، ادھار عارضۃً زیورات مانگنے والی خلیفۃُ المسلمین کی بیٹی ہے۔ لہذا خازن بیت المال نے تعمیل حکم کرتے ہوئے، چوڑیاں گلوبند بخدمت جناب ام کلثوم دختر علی علیہ السلام روانہ کردیئے۔

حضرت علی علیہ السلام عید کے روز جب گھر تشریف لائے، اور جناب ام کلثوم کو زیورات پہنے دیکھا تو بُلا کر فرمایا، اُے میری بیٹی؟ یہ زیور جو آپ نے پہن رکھے ہیں یہ کہاں سے آئے ہیں؟

جناب ام کلثوم نے عرض کی! کہ ابا جان یہ بیت المال سے عارضۃً آج کے، دن کیلیے منگوائے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! بیٹی یہ زیورات قوم کا مال ہے آپ کو عارضۃً لینے کا بھی حق نہیں، انھیں ابھی اتارو اور بیت المال جمع کرادو،

جناب ام کلثوم نے زیور اتار کر واپس بیت المال بھیج دیئے۔ اسی دن حضرت امیر المومنین نے بیتُ المال کے خازن کو بُلایا اور فرمایا، اگر یہ زیورات عارضۃً نہ دیئے جاتے تو میں اپنی بیٹی ام کلثوم کے ہاتھ کاٹ دیتا۔

یہ ہے عدالت مرتضوی کا ایک مثالی نمونہ۔

مطالبہ عقیلؓ اور فیصلہ علیؑ

عدالتِ مرتضوی کا دوسرا نمونہ —— جو آپکی عادلانہ روش پر زندہ جاوید لافانی استشہاد ہے

(عقیلؓ اور گرم لوہا)

حضرت علی علیہ السلام کے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالبؑ نے ایک، مرتبہ حضرت امیر المومنین کو گھر دعوت دی، مختصر سی غذا تیار کی گئی مولا علی حضرت عقیل کے گھر آئے۔

کھانا سامنے رکھا تھا، ابھی آپؑ تناول ہی فرما رہے تھے کہ عقیل نے، عرض کی! آپ اسلامی ریاست کے مقتدر خلیفہ ہیں اور میں آپکے اقرباء سے ہوں، لہذا یا علی بیت المال سے میرا وظیفہ زیادہ کیا جائے کیونکہ میرا نان ونفقہ پورا نہیں ہوتا، اس پر مولا علی علیہ السلام نے جواباً حضرت عقیل سے کہا کہ! اُے بھائی تیرا دعویٰ غلط ہے کہ وظیفہ سے تیرا نان ونفقہ پُورا نہیں ہوتا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنے اخراجات سے کچھ زیادہ ہی رکھتا ہے۔

حضرت عقیل نے فرمایا! یا علی میں اپنے گھر کے حالات کو اچھی طرح، جانتا ہوں کس طرح گزر اوقات ہو رہی،

آپؑ نے فرمایا! عقیل خلاف حقیقت بات نہ کرو میں امام وقت ہوں، بغیر دلیل کے بات نہیں ہوگی،

حضرت عقیل نے کہا! بھائی علی، تو آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں ضرورت سے وافر رکھتا ہوں،

آپ نے فرمایا! تیرے پاس وافر رزق تھا، تو نے مجھے گھر بُلایا اور مہمان نوازی کی، اگر نان ونفقہ سے وافر نہ ہوتا تو آپ کیسے مجھے دعوت دیتے

حضرت عقیل نے پھر اعادہ واصرار کیا کہ وظیفہ، شہریہ بڑھایا جائے،

آپ نے فرمایا عقیل آگ بھڑکاؤ عقیل نے آگ تیز کی،

آپ نے لوہے کی سَلاخ یا ٹکڑا اس میں گرم کیا، جب لوہا آگ کی گرمی سے دھکنے لگا، تو آپ نے اس لوہے کے ٹکڑے کو حضرت عقیل کی طرف بڑھایا، حضرت عقیل ڈرتے ہوئے پیچھے ہٹے، اور کہا یا علی میں نے وظیفہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا ہے اور آپ مجھے جلا رہے ہیں،

اس پر حضرت علی مخاطب ہوئے اور فرمایا، اُے بھائی عقیل یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تم دنیا کی آگ کی تمازت برداشت کرنے پر تیار، نہیں، اور تو مجھے بے انصاف بنا کر دوزخ کے حوالے کرنا چاہتا ہے علی کے نزدیک عام مسلمان اور عقیل ابن ابی طالب میں کوئی فرق نہیں ہے یہ واقعہ آپ کی عصمت وعدالت پر زندہ دلیل، جس کو بڑے سے بڑا دشمن نہیں جھٹلا سکتا،

یہ ہے واضح دلیل کہ علی ملک وریاست میں دولت وسطوت اور جاہ حشمت کا طالب نہیں ہے۔ علی دین اسلام اور قانون اسلام کی سر بلندی کا داعی ہے

مولا علی علیہ السلام کے سامنے، عدالت کے ترازو میں عام اور حکومت

کا عہدے دار برابر ہیں،

ان حقائق ثابتہ کے بعد اہل عقل ماننے پر تیار ہوجاتا ہے کہ علیؑ کی ذات والا صفات کے فضائل وخصوصیات کو شمار کرنا بشرِ ناقص کے اختیار میں نہیں ہے۔

یا علی تیرے فضائل کی کتاب لکھنے کے لیے سمندر کا پانی ناکافی ہے کہ انگشت کو تر کر کے تیرے فضائل لکھنے کے لیے صفحات پر کروں۔

مساکین اور یتامیٰ کی امداد کرنا شیوہ علیؑ ہے

ایک روز مولا علی علیہ السلام ایک عورت کے پاس سے گزرے جو کہ پانی کا مشکیزہ اٹھائے بڑی ہی مشقت سے چل رہی تھی ،۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا ! کہ اگر اجازت ہو تو میں آپکی مدد کروں ؟

اس ضعیفہ عورت نے کہا ، آپکا مجھ پر احسان ہوگا ۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے مشکیزہ اٹھایا اور اس کے ساتھ چل پڑے دوران سفر اس کے حالات پوچھے ۔

اس عورت نے بتایا کہ میرا شوہر ایک معرکہ جنگ میں مولا علی کے سرکاب تھا اور شہید ہوگیا ، اب گھر میں میرے یہ چند یتیم بچے اور میں ہوں ، اور علی علیہ السلام ہمارے حالات سے غافل ہیں ۔ حضرت نے پانی کا مشکیزہ اس کے گھر تک پہنچایا اور گھر سے تو کچھ آٹا اور خرمہ لے کر اس بڑھیا تک خود پہنچایا ۔

اس بڑھیا عورت سے فرمایا ! گھر کے دو کاموں میں سے ایک میرے سپرد کر دو ، یا میں آٹا گوندھتا ہوں ، یا پھر تنور روشن کرتا ہوں ، تاکہ تو اپنے بچوں کی نگہداری کر سکے ، یا پھر بچوں کی میں نگہداری کرتا ہوں اور تم روٹی تیار کر ۔

حضرت کے اس فرمان پر اس عورت نے کہا ، میں بچوں کی بہتر طریقہ سے نگہداری کر سکتی ہوں ، آپ روٹی تیار کریں ۔

حضرت اٹھے اور تنور کو روشن کیا ، جب آتش کے شعلے تنور کے ،

دہانے سے نکلنے لگے ، تو آپ نے چہرے کو آگ کے نزدیک پایا اور اپنے نفس سے خطاب فرمایا ۔

اے علی ، آگ کا مزا چکھ یتیموں کے احوال سے غافل

اسی اثناء میں اس بوڑھی عورت کی ہمسائی اس کے گھر آئی اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کو اس کے مطبخ (باورچی خانے) میں دیکھا اور آپکو پہچان گئی ، وہ عورت وہاں فوراً اس بوڑھی کے پاس پہنچی جو ، بچوں میں مشغول تھی ، اور اس سے کہا ۔

وائے ہو تجھ پر ، یہ تو امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ ہیں ۔

امیرالمومنینؑ کا بیمار کو دو عدد انار دینا

یہ روایت ایک مشہور روایت ہے ، کہ ایک مرتبہ جناب سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا بیمار ہوگئیں ۔

آپ بستر بیماری پر ہی تھیں ، کہ امیرالمومنین نے پوچھا ، کہ آپکی طبیعت ، کس چیز کو پسند کرتی ہے ۔

جناب سیدہ طاہرہ نے فرمایا ! مجھے کوئی شئی پسند نہیں ہے ۔

آپ نے اصرار فرمایا کہ کچھ تو کہیے میں لا دیتا ہوں ۔

جناب سیدہ طاہرہ نے فرمایا ، کہ میرے والد بزرگوار نے یہ مجھے نصیحت فرمائی تھی ، کہ کسی وقت بھی اپنے شوہر سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کریں ، ہو سکتا ہے وہ پورا نہ کر سکیں اور انہیں شرمندگی ہو ۔

مولا امیرالمومنین نے قسم یاد دلاتے ہوئے فرمایا ، کہ بتلائیں آپکی ، طبیعت کس چیز کو چاہتی ہے ۔

جناب سیدہؑ نے فرمایا ، اب جبکہ آپ قسمیہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں تو میرا جی انار پسند کرتا ہے ۔

امیرالمومنینؑ گھر سے نکلے اور انار کی تلاش شروع کر دی ،

اتفاقی طور پر موسم انار کا نہ تھا ، بڑی مشقت کے بعد دو دانے انار کے پیدا کر سکے ، جب واپس گھر تشریف لا رہے تھے تو راستے میں ایک نڈھال مریض پڑا ہوا تھا ، حضرت علی علیہ السلام اس کے قریب ہوئے اس کی احوال پرسی کی ۔

اور اس سے پوچھا تجھے کیا چاہیے اس مریض نے کہا انار ۔

اب علی کیا کریں یہ بھی آخر اللہ کا بندہ ہے ، دوسری طرف جناب سیدہ طاہرہ بھی علیل ہیں ، اور بی بی پاک نے بھی انار کی آرزو کی ہے ۔

مختصر یہ کہ مولا علیؑ نے فیصلہ فرمایا کہ ، ایک دانہ اس راستے میں پڑے ہوئے مریض کو کھلا دیتے ہیں ، اور دوسرا دانہ ، سیدہ فاطمہ زہراؑ جو بیمار ہیں انکو دے دیتے ہیں ، اس راستے والے مریض کو ایک دانا دیا ۔

جب وہ دانا کھا چکا " رُک " مریض نے مزید دانے کا مطالبہ کر دیا ۔

اب سائل کے " سوال " کو رد کرنا مولا علیؑ کی مروت کے خلاف تھا ، دونوں دانے فقیر کو دیکر خالی ہاتھ گھر واپس آئے ۔

گھر میں داخل ہوتے ہی جناب سیدہ کے کمرہ کے نزدیک تشریف لائے ، کمرہ کے اندر جھانک کر دیکھا کہ سیدہ طاہرہ سو رہی ہیں یا ، جاگ رہی ہیں ۔

مولا علی علیہ السلام کیا دیکھتے ہیں کہ سیدہ طاہرہ بیٹھی ہیں اور سے بھرا ایک برتن سیدہ کے سامنے رکھا ہے ۔

مولا علی داخل کمرہ ہوئے ، جناب سیدہ پر سلام کیا ۔

سیدہ نے فرمایا ، یا علی یہ انار موجود ہیں ، جو آپ نے اپنے ایک غلام کے ذریعے مجھے بھجوائے

حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ سے مروی ہے کہ کوفہ میں شہادتِ مولا علی کے بعد جب آپ کو دفن کر کے ہم پلٹ رہے تھے ، تو ایک ویرانے کے پاس سے گزرے تو ایک شخص کے

رونے کی آواز آئی ۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اس رونے والے سے وجہ پوچھی ،
اس نے بتایا ! میں ایک مریض ہوں ، عرصے سے یہاں رہتا ہوں ۔
ایک شخص ہر روز یہاں آیا کرتا تھا ، اور میرے احوال پوچھتا تھا ۔
میری عیادت کرتا ، اور مجھ پر احسان و انعام کرتا تھا لیکن اس نے مجھے اپنا
نام نہیں بتایا ، آج صبح سے اس کی انتظار میں ہوں ، تین دن گزر چکے ہیں ،
وہ میرا محسن تشریف نہیں لایا ۔

حضرت امام حسن نے فرمایا ، اس شخص کی کوئی نشانی یا پتہ ؟
اس مریض نے بتایا ؛ اسکی نشانی یہ ہے ، کہ وہ ذکر خدا کرتا تو اس کے ،
ساتھ در و دیوار بھی ذکر خدا کرتے ۔

یہ سُن کر امام حسن علیہ السلام رو پڑے ، اور ویرانے میں پڑے بیمار
سے کہا ، ۔

وہ ہمارا باپ علیؑ مرتضیٰ تھے ، جن کو ہم اب دفن کر کے آ رہے ہیں ،

بارہ آئمہؑ کی صراحت

ہم نے پچھلے صفحات میں بیان کیا ہے کہ بارہ ۱۲ آئمہ اطہار از مولا علی تا امام زمانہؑ کی امامت کے تین راستے ہیں ۔

پہلا طریقہ : نص ، یعنی با قرآن میں یا سُنّت میں ، قول خدا یا قول رسُولؐ سے بطور متواتر باتفاق شیعہ سُنّی بیان ہیں ۔

اس لفظ تذکرہ گذشتہ فصُول میں گزر چکا ہے ۔

رسُولؐ اسلام نے ارشاد فرمایا ؛ میرے بعد میرے بارہ ۱۲ جانشین ہوں گے اور سب کے سب خاندانِ قریش سے ۔

امام بھی پیغمبر کیطرح معجزہ رکھتا ہے

جس طرح نبی یا رسول کو ضروری ہے کہ وہ اپنے دعویٰ نبوت و رسالت
کی صداقت و تصدیق کیلیے خارق عادہ معجزہ رکھتا ہو ۔
اسی طرح امام کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی امامت کی تصدیق ،
کے لیے معجزہ رکھتا ہو ۔
اس میں شک نہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اور اولاد مولا علی علیہ السلام
نے امامت کا دعویٰ فرمایا اور اپنے دعویٰ امامت کے اثبات میں ،
لاتعداد معجزے دکھائے ۔
اہل سنت کے علماء نے بھی اس سلسلہ میں مستقل کتابیں لکھی ہیں
محمد ابن طلحہ شافعی ، ابن جوزی ، ابن صباغ مالکی ، اور ان کے علاوہ
علماء کرام نے احوال آئمہ اثنا عشر میں معجزات رقم کیے ہیں ۔

امام کا افضل ہونا ضروری ہے

3 : تیسرا راستہ فضیلت کا ؛ امام کو ماموم پر افضل ہونا چاہیے
اسے رعایا سے ہرگز کم تر نہیں ہونا چاہیے ، کیونکہ اس کے لیے عیب ہے
آخر آپ سب سوچیں کہ آپ کم تر کی اطاعت
لہذا امام کو فایق ہونا چاہیے ، بطور خلاصہ اثبات امامت کے لیے ہم نے
یہ امور نقل کیے ہیں ، ہم آمدن تفصیل کی طرف نہیں جا رہے ؛ کیونکہ اگر
دریا کا پانی آدمی سارا نہ پی سکے ، جتنا پیاسا ہے اتنا تو پی لے ۔
جتنا وقت ہمیں اجازت دیتا ہے اُس کے مطابق قرآن مجید اور سنّت
نبویؐ سے جو نصوص ہم تک پہنچی ہیں ، اس کا اختصار کیساتھ تذکرہ کیے ،
دیتے ہیں ۔

مولا علیؑ کا حالت نماز میں زکوٰۃ دینا

من جملہ ان نصوص کے آیت ولایت ہے اس میں ارشاد ہوتا ہے :۔
کہ پس تمہارا ولی و سرپرست خدا ہے اور اسکا رسول ہے اور وہ مومن جو نماز قائم رکھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں ۔
بالاتفاق شیعہ اور سنہ یہ آیت مبارکہ حضرت علی علیہ السلام کی شان ، میں نازل ہوئی ، جس وقت مولا علی علیہ السلام نماز میں مشغول تھے ، تو ایک فقیر مسجد میں آتا ہے اور اپنی احتیاج کا اظہار کرتا ہے ، لیکن کوئی بھی اسے کچھ نہیں دیتا ۔
حضرت علی علیہ السلام نماز میں مشغول ہیں اور حالت رکوع میں اپنی ، انگشتِ مبارک سائل کی طرف کر دیتے ہیں سائل بڑھ کر انگوٹھی اتار لیتا ہے ، تو اللہ رب العزت نے یہ آیت مجیدہ نازل فرمائی ۔
انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون ۝
مفسرین اہلسنت نے بھی اس واقعہ کو خصوصیات مولا علی علیہ السلام کے ضمن میں نقل کیا ہے ، اور یہ آیت مجیدہ صرف مولا علی کے حق میں نازل ہوئی ہے ۔

تصریح نام کی بجائے اوصاف موصوف کا تذکرہ

حکم کو وصف پر معلق کرنا اصطلاح میں بلیغ تر ہے ۔
اگر کوئی مطلب اشارۃً یا کنایۃً بیان کیا جائے وہ تمام صراحت سے بہتر ہے اسی آیتِ شریفہ میں خداوند متعال صفات مولا علیؑ کا پے در پے ذکر فرما رہے ہیں جو مولا علیؑ کی ذات ہی میں منحصر ہیں اور یہ امر زیادہ بلیغ ہیں بہ نسبت اس کے کہ خدا فرماتا ہے کہ ولی و سرپرست خدا اور رسولؐ اور علی علیہ السلام ہیں ۔

عوام تک علیؑ کی ولایت پہنچانے کا تاکیدی حکم

من جملہ ان آیات کے جو شان علی علیہ السلام میں نازل ہوئیں ۔
آیت مبارکہ : یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ ۝ الخ
اہلسنت کے ان گنت علماء ، محدثین ، مفسرین نے تشریح کی ہے کہ یہ آیت مبارکہ خم غدیر کے میدان میں نازل ہوئی ۔
جسکا مضمون کچھ اس حقیقت پر مبنی ہے کہ اگر ، اے میرے رسولؐ تو نے علیؑ کی خلافت کا اعلان نہ کیا ، یا علیؑ کو اپنے ہاتھ سے خلیفہ نہ بنایا تو نے کوئی کار رسالت ہی سرانجام نہیں دیا ۔
یہ مسئلہ امامت و خلافت ، کس قدر فہم کے قابل ہے ۔ لہ
ذرا غور تو کرو کہ رسولؐ اعظم کو تہدید کی جا رہی ہے ، جب رسولؐ ، اعلان نہ کرے تو رسالت باقی نہیں رہتی تو اس مسئلہ کو اسلام سے نہ سمجھنا یا ماننا ، دین کو ناقص نہ کر دے گا ؟
یا اس مسئلہ کو نہ ماننا ایمان بالاسلام کو بے کار نہ کر دے گا ؟

(ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین)

لہ تفسیر الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ فتح القدیر ۲/۵۷ عمدۃ القاری کتاب التفسیر

منکر ولایت کا عذاب طلب کرنا اور عذاب کا پہنچنا

سورہ مجیدہ معارج کی پہلی آیت کریمہ کی تفسیر میں علمائے اہلسنت بالخصوص ثعلبی سے نقل کیا گیا ہے ۔
یہ آیت مجید مقام خم غدیر پر نازل ہوئی ہے ، جسکا مضمون یہ ہے سئل سائل بعذاب واقع لیس لہ دافع ۔
اس آیت کا شان نزول یہ ہے ، کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری حج سے واپس مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے تو مقام خم غدیر پر حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے ۔
اور یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی ہے
یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی قوم الکافرین ۝
اے میرے پیارے رسول پہنچا دے جو کچھ تجھ پر نازل ہوا تیرے رب کی طرف سے ، اور تو اس امر کو کر کے نہ دکھایا ، پس تم نے کسی چیز کو نہیں پہنچایا ، اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ فرمائیگا ۔ اور اللہ قوم کافرین کو کبھی ہدایت نہ کرے گا ۔
مقام خم غدیر پر جناب رسالت مآبؐ نے تمام اصحاب کو اکٹھا کیا ۔ ازواج رسولؐ ، اہلبیتؑ رسول اور صحابیات شامل تھیں ۔ ان سب

کی موجودگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برسرِ عام منبر لگا کر خم غدیر کے مقام پر باقاعدہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو مسلمانوں کا ولی امر اور سرپرست مقرر فرمایا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من کنت مولاہ فہذا علی مولاہٗ

تمام صحابہ سے اللہ کے آخری نبی نے بخ بخ کا نعرہ لگوا کر ولایت، امیر المومنین کا اقرار و عہد لیا۔ اس اعلان خلافت کی روایات بسند متواتر کتب اہلسنت اور کتب شیعہ میں موجود ہیں۔

اس اعلان خلافت کے بعد رسولؐ اعظم کا ایک صحابی جسکا نام محدثین نے حارث بن نعمان لکھا ہے فوراً سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسولؐ۔

آپ نے کہا، ایمان لے آؤ، ہم اسلام پر ایمان لے آئے، آپ نے فرمایا، نماز پڑھو، ہم نے نماز پڑھی، آپ نے فرمایا زکوٰۃ دو ہم، نے زکوٰۃ ادا کی، آپ نے فرمایا، روزے رکھو، ہم نے روزے رکھے، آپ نے فرمایا، حج کرو، ہم نے حج ادا کیا، آپ نے فرمایا، جہاد کرو، ہم نے جہاد کیا۔

اب آخر میں یہ آپ کیا کیے جا رہے ہیں، کہ علی ابن ابی طالبؑ کو ہم پر مسلّط کیے جا رہے ہیں۔

یہ علی کی خلافت و ولایت کا اعلان آپ اپنی جانب سے کیے جا رہے ہیں، یا یہ نصب خلافت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے؟

رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا!

میں اپنے رب جبار سے پناہ چاہتا ہوں، یہ اعلان خلافتِ علیؑ، کا کام میں اپنی طرف سے نہیں کیا، یہ میرے رب کریم کا حکم ہے۔

سرور کائنات جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سننا تھا کہ بدبخت حارث بن نعمان، ہاتھ بلند کر کے کہنے لگا۔

اے میرے خدا اگر امر خلافت تیری ذات کی طرف سے ہے، اور علیؑ کا امامت سے نصب کرنا تیرا حکم شرعی ولایتِ علیؑ کو ماننا ہے تو میں علیؑ کی خلافت و ولایت کو دیکھنے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔

لہٰذا میرے رب میں تیرے اس حکم کی تعمیل کے خلاف ہوں، تو مجھے عذاب میں ڈال دے، یہ میرے لیے بہتر ہے لیکن امامت و خلافتِ علیؑ کو قبول نہیں کر سکتا۔

برا ہو اس قسم کے حسد و کینہ رکھنے والے پر .... کہ کس قدر دشمنی سے پُر ہے اس کا سینہ ..... کہ وہ عذاب کی موت کو خلافت کے قبول کرنے پر ترجیح دے رہا ہے۔!

حارث بن نعمان کی دعا مستجاب ہوئی، آسمان سے ایک پتھر گرا جو اس کے سر پر پڑا اور اس کی دبر کے راستے نکل گیا، اور وہ، اسی عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر واصل جہنّم ہوا۔

راستہ علیؑ صراط مستقیم ہے

من جملہ ان آیات مبارکہ کے جو شان مولا علی علیہ السلام میں نازل، ہوئی ہیں، ان آیات مقدسہ میں آیت صراط مستقیم ہے۔

بعض مفسرین اہلسنت نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ صراط مستقیم قرآن مجید میں علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

(اھدنا الصراط المستقیم)

سورۃ مجیدہ حمد کی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں قراء قرآن اور عظیم مفسرین میں سے ہے لکھتا ہے: کہ صراط مستقیم یہ علی کا راستہ مستقیم ہے۔

پس جب شیطان نے آدم کو سجدہ نہ کیا، اور درگاہ الٰہی سے روندا گیا، تو اس نے کہا: اے میرے پروردگار، تیری بارگاہ میں میرے مردود ہونے کا سبب یہ بشر بنا ہے، لہٰذا بغیر تیرے مخلص بندوں کے باقی سب کو گمراہ کروں گا، سورۃ حجر آیت ۳۹/۴۱

ذات احدیت نے جواباً فرمایا! کہ یہ علیؑ کا راستہ مستقیم ہے۔ یعنی جو راستہ جس سے شیطان دور ہے۔ اور کسی کو گمراہ نہیں کرتا، یا نہیں کر سکتا، وہ مولاء کائنات امیر المومنینؑ کا راستہ ہے۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے شاہد منہ، واذن داعیہ سے مراد مولا علی علیہ السلام کی ذات ہے یعنی وحی اور قرآن پاک کو یاد رکھنے والی ذات،

مولا علیؑ کی ذات کاملہ ہے۔

کیا نبی اعظم حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی طرف سے واضح ہدایت پر نہیں ہیں اور ان کے ساتھ ان کا خدا کی طرف سے گواہ ہے اور اس گواہ سے مُراد حضرت علی علیہ السلام کی ذات ہے

اُولی الاَمر علیؑ اور اُن کے گیارہ فرزند

آیت مجیدہ : اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم آیت ۵۸ سورۃ نساء

اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو، اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔

اولی الأمر سے مراد حاکم ہیں جن کی اطاعت امر و نہی میں سب اہل اسلام پر واجب ہے۔

وہ ولی الامر کون سے ہیں جن کی اطاعت خدا اور رسول کی اطاعت کی ردیف میں ہے یوں تو اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں کافی روایات ہیں، ایک متواتر روایت کا ذکر کرتا ہوں جس کو ابوالفتوح رازی نے بیان کیا ہے، اہلسنت علماء سے حموینی نے اس کو نقل کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ صحابی رسول حضرت جابر ابن عبداللہ نے عرض کی، اللہ، کے رسول ہم اللہ اور آپکی ذات کو تو اس آیت سے بآسانی سمجھ گئے یہ اولی الامر کون ہیں، جن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا ! کہ اولی الامر سے مراد علیؑ اور اس کے گیارہ فرزند ہیں۔

ہدایت میں ان والیان کے نام کی تدریجاً تصریح بھی موجود ہے

ظالم حکمران کبھی اولی الامر نہیں ہوسکتا

نبیؐ خاتم رسول اسلام نے اولی الامر کی تعین فرمادی ہے، اب پر وہ جو غلبہ سے مسلط ہوجائے وہ اولی الامر نہیں ہوسکتا، اگر کسی ملک کا بادشاہ یہ کہے کہ شراب پینا کوئی حرج نہیں رکھتا، تو کیا اسکی اطاعت واجب ہے، ہر سلطان یا رئیس جو ناحق احکام صادر کرتے ہیں، لوگوں کے اموال میں لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں، بے گناہ لوگوں کا خون بہاتے ہیں، کیا انکی اطاعت ہوسکتی ہے ہرگز نہیں۔

اس قسم کے اشخاص کے دستورات کے اجرا کو واجب قرار دیا ہے یہ اتنا تناقض ہے کہ انسان حکم خدا کی اطاعت بھی کرلے اور خطا سے ہاتھ بھی نہ اٹھائے۔ بس اولی الامر وہ ہی ہوگا جسکا حکم خدا کے مطابق ہوگا، اور یہ بارہؑ خلفاء میں جن کی وضاحت خود حضورؐ نے کی ہے،

اس آیت کی تشریح کتاب شافی میں سید مرتضیٰ نے اور کفایۃ الموحدین میں بھی ہے

قرآن پاک میں محمدؐ و آل محمدؐ کے اسماء مبارکہ کا ذکر،

قرآن مجید میں محمد و آل محمد علیہم السلام کے اسمائے مبارک کو عظیم ترین اسماء بزرگ ترین ناموں سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ کسی اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے کبھی آیۃ مباہلہ میں، انفسنا کے نام سے مولا علیؑ کو یاد کیا گیا ہے، ترجمہ انفسنا کا از رُو قرآن یہ بتا ہے۔

علی یعنی خود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

علی خاتم المرسلین کی پاک روح ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی محترمانہ تعبیر نہیں ہے۔

کہ علی علیہ السلام جانِ محمدؐ ہے اور رُوحِ روان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

اور یہ تعبیر نام کی تصریح سے بہتر ہے۔

قرآن مجید میں نام کی بجائے تصریح بہتر ہے

اگر محمدؐ و آل محمدؐ میں جناب امام حسن و جناب امام حسین علیہما السلام کا نام صراحتاً ذکر کیا جاتا تو ممکن تھا کہ یوں تاویل کی جاتی کہ یہاں حسن وصفی ہے، اور صفۃ مشبہ ہے، یا حسن نام کو ضمہ کے ساتھ پڑھا جاتا۔ جیسا کہ علی علیہ السلام کو سورۃ ہجر، علی یفتح، کے ساتھ یائی تشدید کے ساتھ پڑھا گیا ہے لہذا جو تعبیر قرآن مجید میں حسنؑ و حسینؑ کی نسبت سے وارد ہوئی ہے، وہ ان کے نام کی تصریح سے بہتر ہے آیت مبارکہ مباہلہ میں اللہ رب العزت نے لفظ، ابناءنا، فرمایا ہے یعنی حسنؑ و حسینؑ رسول اللہ کی اولاد ہیں۔

یا پھر ان بزرگ ہستیوں کی تعظیم و عظمت سورۃ مجیدہ، ھل اُتی، میں نازل فرمائی، کہ اہلبیتؑ اطہار، خود تو روزہ پانی پر ہی رکھتے ہیں اور افطار بھی پانی ہی سے کرتے رہے۔!!!

لیکن اپنی غذا اٹھاکر، مساکین و یتیمی کو دے دیتے ہیں۔

اہلبیتؑ رسول کے اس عمل پر اللہ رب العزت نے ان کی عظمت بزرگی، ایثار کو بیان کرنے کے لیے ....

.... سورۃ دھر مجیدۃ۔ نازل فرمائی۔

مجلس ششم ۶

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی

سورۃ مجیدۃ شوری آیت ۲۳ ، القرآن الکریم .

یہ آیت مبارکہ اہلبیت اطہار کی ولایت پر مشتمل ہے ، یعنی اہلبیت رسولؐ کی دوستی مہم ترین واجبات شرعیہ سے ہے اور یہ محبت و مودت اہل بیت دین اسلام کی مقدس ضروریات میں سے ہے اور قرآن کے ، کھلے نصوص میں سے ہے بجز بدبخت نواصب کے تمام فرق ہائے اسلامی کا اتفاق ہے کہ یہ آیت مبارکہ خصوصاً اہل بیت اطہار کے لیے نازل ہوئی ۔

روایات کی حد تک خبر متواتر موجود ہے کہ یہ آیات مبارکہ اہل بیت محمدؐ کی مودت پر کھلی دلیل ہے اہل سنت علماء کے علاوہ طبقہ مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ یہ آیت اہل بیت رسول کے حق میں نازل ہوئی ہے اہل سنت کے مفسرین میں زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں ان کے علاوہ مفسر قرآن الوسی نے تفسیر روح المعانی ، اور ثعلبی وغیرہ نے بھی روایات متواترہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت مجیدہ اہل بیت رسول اعظم کے حق میں نازل ہوئی ہے خود خاتم النبیینؐ رسول اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپؐ کے صحابہ کرام نے سوال کیا کہ اے رسولؐ ان سے مراد مراد

کون سے ذوی القربیٰ ہیں جن کی مودت اللہ جل شانہ نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر فرض کیا ہے ؟

تو اس سوال کے جواب میں حضورؐ پاک نے فرمایا ، اس سے مراد میرے اہل بیتؑ علی ، فاطمہ ، حسن ، حسین ہیں ۔ اور میں خود بھی شامل ہوں علامہ فخر الدین رازی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے انہی پاک ہستیوں کو ذوی القربیٰ کے عنوان سے بیان اور متعارف کروایا ۔ یعنی یہی پاک ہستیاں ہیں جنکی دوستی کو ہم سب مسلمانوں پر واجب شرعی اور اجر رسالت قرار دیا ہے اور یہی اولیاء اللہ ہیں یہی علم ہدایت کے خزانے ہیں ۔

ملائکہ کے نزول کا مقام خدا نے انہی کو مقرر فرمایا ہے ۔

یہ ہستیاں خدا کی پسندیدہ اور مرکز رشد و ہدایت ہیں ، انکی دوستی ، مودت سرمایہ ایمان ہے ، اور انکی دشمنی ، کفر و نفاق ہے ۔

بحار الانوار کی جلد ۶ کے باب (حب علی ایمان و بغض علی کفر) ، کے عنوان میں بڑی تفصیل سے روایات تقریباً پچاسؔ کے قریب ذکر کی گئی ہیں اہلسنت کے طریق سے جو روایات ہم تک پہنچی ہیں ان کا مضمون کچھ اس طرح ہے !

کہ ختمی المرتبت رسولؐ خدا حضرت محمد مصطفےٰ ابن ابے عبداللہ نے فرمایا !! یا علی تجھ کو دوست نہیں رکھے گا مگر جو مؤمن ہوگا ، تجھ کو دشمن نہیں رکھے گا مگر کافر یا منافق ۔

اس قسم کے مضمون کی روایات زیادہ تر اہل سنت کے طرق سے وارد ہوئی ہیں

تشہد میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھنا

اگر اسلامی فرقے اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ آل رسولؐ پر تشہد میں ، درود بھیجنا ضروری اور لازم ہے ، بالخصوص شافعی کا فتویٰ ہے کہ اگر جان بوجھ کر تشہد میں آل محمدؐ پر درود بھیجنے کو ترک کرنے والے کی نماز باطل ہے ، لیکن امام مالک کی فقہ پر عمل کرنے والے استحباب کے قائل ہیں ، ہماری غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آل محمدؐ رسول اعظم سے جدا نہیں ہیں ۔

یہاں تک کہ صلوٰۃ میں حرف " علیٰ " کا فاصلہ بھی گوارا نہیں ہے

(اللھم صل علیٰ محمد و آلِ محمد)

اپنے دل کو دوسری چیزوں کی محبت سے پاک رکھ

جی ہاں ہمارا مقصود آل محمدؐ کی دوستی کے بیان کرنے سے یہ تھا کہ دل میں اُسے جگہ دی جائے اور وہ اثرات عظیم جو اہل بیت اطہار کی محبت دل میں اس طرح جاگزیں ہو کہ نہ کم ہو نہ نکالی جا سکے اگر دل میں حب ریاست ہو حب زن ہو ، حب سونا ہو ، حب جاہ ہو ، حب شہرت ہو ۔ اور اس قسم کی جزوی محبتیں تو دل میں ہوں ، لیکن اس دل میں سب کی محبتیں تو ہوں لیکن محسن انسانیت محبوب خدا و رسولؐ مولا کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی محبت نہ ہو تو یہ دل خراب ہوگا ۔

ایک اور مقام پر رسولؐ خدا نے فرمایا !۔ کہ یا علیؑ تجھ سے محبت نہیں کرتا مگر جو صحیح النسب ہو اور یا علی تجھ سے نفرت نہیں کرتا سوائے ردی النسب ۔

حلالی تجھ سے پیار کرے گا اور حرامی تجھ سے بغض کرے گا ۔

جتنے شریک زیادہ ہوں اتنا حصہ کم ہوگا

یہ بات عقلی مسلمات میں سے ہے کہ شرکت کنندگان کا زیادہ ہونا حصے میں کمی کا باعث بنتا ہے مثال کے طور پر اگر ایک گھر دس میٹر زمین پر مشتمل ہو اور اُسے ایک آدمی کے پاس رہنے دیا جائے تو اس کے لیے کفایت ہوگی ! اگر اسی گھر کو دو یا دس افراد کے درمیان حصہ داری دیدی جائے تو سب کیلیے تھوڑی تھوڑی مقدار ہوگی، جو انہیں حصہ کے ساتھ ملے گی ، یہ حصہ داری اور اسکا نفع قابل ذکر نہ ہوگا۔

اب وہ دل جن میں لاتعداد محبتیں ہوں اور وہ محبتیں حالت جنوں کی حد تک یکطرفہ ہوں ، تو اس دل میں محبت اہل بیتؑ کس قدر ہوگی اور کتنی اثر انگیز ہوگی آیت اللہ دستغیب فرماتے ہیں کہ میں تو یہی لکھوں گا :۔

کہ ایسی دوستی کا مدعی ، فقط زبان سے تو علیؑ علیؑ کرے گا لیکن ان کے دِل معنویت محبت علیؑ سے فارغ ہی ہوں گے یا پھر اسکو اس طرح بیان کیا جائیگا

(۱) جو مولا علی علیہ السلام کو فقط زبان سے دوست رکھتا ہے ، وہ ایک ثلث ایمان کا حصہ دار ہے ۔

(۲) جو دل سے دوست رکھتا ہے اور زبان سے اظہار بھی کرتا ہے وہ دو ثلث ایمان کا حصہ دار ہے ۔

(۳) جو دِل و زبان سے مولائے علیؑ کی دوستی کا اقرار کے ساتھ حکم علیؑ کو بجا لاتا ہے ، مذہب علیؑ پر بلا چون وچرا عمل کرتا ہے وہ اللہ رسولؐ کے نزدیک کامل الایمان ہے ۔

مولاؑ کی خدمت اقدس میں ابن ملجم کی حاضری

تاریخی حقائق کی روشنی میں ابن مُلجم مرادی کا واقعہ عبرت ناک ہے اس واقعہ سے زبانی محبت اور دِل کی حقیقت کی محبت میں صاف فرق واضح ہو جاتا ہے بحار الانوار کی جلد ۹ میں علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، میں یہاں اسی حصے کو بیان کرتا ہوں جو ہمارے مدّعا سے مربوط ہے ۔

جب امیر المؤمنین مولاء علی علیہ السلام نے ظاہری حکومت کو قبول فرمایا ؛ تو ایک خطِ سرکاری حبیب نامی عامل یمن کی طرف لکھا، جس میں رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کا حکم تھا۔

آخرِ کلام میں یمن کے گورنر کو لکھا کہ یمن سے دس آدمی جو معتمد ہوں کوفہ روانہ کرے ۔

حبیب نے جن دس آدمیوں کو معتمد لکھا ان میں سے ایک، عبدالرحمان ابن ملجم مرادی تھا۔

جب یہ دس آدمی یمن سے کوفہ بخدمت جناب مولا، علی علیہ السلام پیش ہوئے تو ابن مُلجم اپنی فصاحت کلام کی بنا پر ترجمانی کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔

مولاؑ علیؑ علیہ السلام کی ابن ملجم سے گفتگو

عبدالرحمان ابن ملجم دربار مولا علی میں شرف یابی حاصل کرنیکے بعد ان کلمات سے اپنے کلام کا آغاز کرتا ہے ۔

کہ یا علیؑ ہمیں فخر حاصل ہے کہ ہماری تلواریں اور جوان آپؑ کے حکم پر آپکے دشمنوں کو نابود کرنے پر ہمہ وقت تیار ہیں ۔

ابن ملجم کی شوخی پر مولا علی علیہ السلام نے عبدالرحمان ابن مُلجم کو قریب بُلایا۔ اور فرمایا :۔

کہ تو خود اپنی زبان سے اعلان کر کہ تیرا نام تیرے باپ نے کیا رکھا ؟

وہ کہتا ہے یا علیؑ ! عبدالرحمان"

مولا علیؑ نے فرمایا : عبدالرحمان بتا تیرے باپ کا کیا نام ہے ؟

عبدالرحمان نے کہا ، مُلجم !

پھر مولا علیؑ نے پُوچھا ، تیری شناخت قبیلہ کیا ہے ؟

تو عبدالرحمان نے جواباً کہا ! قبیلہ مُراد" !!

عبدالرحمان ابن ملجم کے اس جواب پر امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے تین مرتبہ یہ الفاظ دُہرائے ۔

أَنْتَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مُلْجَمٍ ، أَنْتَ الْمُرَادِیُ ، أَنْتَ الْمُرَادِیُ ، أَنْتَ الْمُرَادِیُ

مولا علیؑ یہ کلمات بھرے مجمع میں دہرا رہے تھے ، اور عبدالرحمان ابن

مُلجم ، نَعَمْ أَنَا الْمُرَادِیُ " ، ہاں میں ہی عبدالرحمن ابن ملجم ہوں کہہ رہا تھا تمام لوگ حیران تھے کہ مولا علیؑ یہ الفاظ کیوں فرما رہے ہیں ۔

پھر مولا علی چند لمحوں کے لیے رُکے اور ان للہ وان الیہ راجعون کی آیت مبارکہ کو پڑھا ۔

عبدالرحمان ابن ملجم مرادی حیران ہو کر عرض کرنے لگا !

یا علیؑ ، آپ نے یہ آیت تلاوت کیوں کی ؟

عبدالرحمان ابن مُلجم مُرادی کے اس سوال کے جواب میں مولا علیؑ علیہ السلام نے فرمایا !

عبدالرحمن ، کیا تیری دایہ یہودیہ نہ تھی ؟

عبدالرحمن ابن ملجم نے کہا ــ جی ہاں یا علیؑ میری دایہ کا نام یہودیہ تھا، اور یہودی تھی ، جس دایہ کا میں نے دودھ پیا وہ یہودیہ تھی ۔

مولا علیؑ نے فرمایا ! اَے عبدالرحمن تجھے معلوم نہیں ، تو کم سِن تھا، تو روتا تھا ، اور تیری یہودیہ دایہ یہودہ تجھے ، مخاطب کر کے کہتی تھی ۔

اَے بدبخت ابن ملجم مرادی اَے ناقہ صالح کے پاؤں قلم کرنے والے سے بدبخت و بدترین ابن ملجم ۔

ابن ملجم نے کہا ، میں سن بلوغت کو پہنچا تو یہی الفاظ میں نے اپنی عمر رسیدہ ، بوڑھی دایہ سے سُنے تھے ، ابن ملجم کے اس اقرار پر مولا علی علیہ السلام پھر خاموش ہو گئے ۔

پھر اپنے قریبی اصحاب کو ابن ملجم کی عزت افزائی کا حکم دیا ۔

کچھ دن بعد عبدالرحمان ابن ملجم مولا علیؑ کے دربار میں نہ آیا ــ لوگوں نے کہا

مولاء عبدالرحمن اس دن کی گفتگو کے بعد آپ کے دربار میں نہیں آتا۔
مولا علی علیہ السلام نے فرمایا:۔
تمہیں نہیں معلوم کہ وہ کیوں نہیں آتا، وہ سخت بیمار ہے تم اس کی عیادت کو جاؤ میں بھی اس کی عیادت کو آؤں گا۔
حضرت علی علیہ السلام کوفہ میں اس محلہ میں خود چل کر گئے جہاں عبدالرحمن ابن ملجم بستر بیماری پر دراز پڑا بخار و درد سے کراہ رہا تھا۔
مولاء علی ابن ابی طالب نے اس کی عیادت کی اسے علاج بتایا اور وہ صحت مند ہو کر، مولاء علی کا شکریہ ادا کرنے لگا۔
لیکن مولا علی علیہ السلام ہیں کہ آیت اِنَّ لِلّٰہِ وَاِنَّ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کا ورد فرما رہے ہیں۔
عبدالرحمان ابن مُلجم نے پوچھا، یا علیؑ یہ آیت آپ بار بار کیوں پڑھتے ہیں
حضرت خاموش رہے
عبدالرحمان نے پھر اصرار کیا، یا علی از راہ کرم اس آیت کے بار بار میرے سامنے پڑھنے کا مقصد وجہ بتلائیے
عبدالرحمان کے اصرار پر مولا علی علیہ السلام نے فرمایا، کہ میں علم امامت، سے تیرے ہاتھوں سے میں زہر سے بجھی ہوئی تیز تلوار دیکھ رہا ہوں تو مجھے مسجد کوفہ میں حالت نماز میں قتل کرے گا
اے عبدالرحمان تو ظاہراً مسلمان ہونے کا مدعی ہے اور تو میرا قاتل ہے۔
خواہشات نفسانی کے دوست
علیؑ کے ماننے والے نہیں
حضرت کے یہ کلمات سُن کر ابن ملجم حیران تھا۔ کیونکہ بزعم خود وہ اپنے آپ

کو مولا علی کا دوست سمجھتا تھا، لیکن اسے یہ خبر نہیں کہ علیؑ کا دوست نہیں بلکہ وہ تو خواہشات نفسانی کا دوست ہے۔
وقت امتحان یہ دیکھا جاتا ہے کہ انسان کا دوست ہے یا دنیا کا۔
؎ در محبت ہر کہ دعوئی کند
صد ہزاراں امتحان بردی زند۔
محبت کا دعویٰ تو ہر ایک کر سکتا ہے لیکن امتحان لاکھوں افراد کو منہ کے بل گرا دیتا ہے۔
کوئی دن نہیں گزرتا جس میں انسان کا امتحان نہ لیا جاتا ہو تاکہ اس کا علاقہ معلوم ہو جائے۔
ابن ملجم نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا، یا علی آپ مجھے ابھی مار دیں تاکہ اس قسم کا کوئی سانحہ ہی پیش نہ آئے۔ ابن ملجم نے اپنی تلوار علی کو پیش کرتے ہوئے آپ خلیفۃ المسلمین ہیں، آپ حاکم شرعی ہیں، جب آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کا قاتل ہوں تو مجھے اپنے دفاع میں قتل کیوں نہیں کرتے۔
حضرت علی علیہ السلام نے عبدالرحمان ابن ملجم کو تلوار واپس دیتے ہوئے فرمایا ابن ملجم تم کیسی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔
علم کی بنیاد پر حد کیسے جاری کی جا سکتی ہے، جبکہ تجھ سے صدور فعل ہی نہیں ہوا
علم کی بنیاد میں خلیفہ ہو کر جنایت سے پہلے کیسے قصاص لوں۔
وقت گزرتا رہا، اور عبدالرحمان ابن ملجم مرادی مولا علی کے اصحاب کے ساتھ حضرت کی معیت میں رہا۔
مولا علے سب کچھ جانتے ہوئے عبدالرحمان ابن ملجم کو اپنے اصحاب سے

خارج نہ کیا۔
عبدالرحمان ابن ملجم مراد آبادی جنگ صفین کے موقع پر مولا علی کا ہمرکاب تھا۔
اور جنگ نہروان میں بھی اس کی باطنی کثافت ظاہر نہ ہوئی تھی۔

فتح امیرالمومنینؑ کی خوشخبری

دینے والا عبدالرحمن ابن ملجم تھا

جنگ کی فتح کے بعد ابن ملجم نے عرض کی کہ حضرت آپؑ مجھے اجازت دیں کہ میں کوفہ جا کر آپ کی فتح کی خوشخبری اہل کوفہ کو دوں۔
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے۔
ابن ملجم مرادی نے کہا، اِبتغاء مرضات اللہ، یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہوں، یعنی خدا مجھ پر راضی ہو جائے، کوفہ جا کر لوگوں کو، خوشخبری دوں۔ کہ علیؑ کامیاب و کامران واپس کوفہ پلٹ رہے ہیں
حضرت نے ابن ملجم کو اجازت دی۔
اس نے فتح کا علم ہاتھ میں تھاما اور کوفہ شہر میں منادی کرتا ہوا داخل ہوا کہ حضرت علیؑ کامیاب ہوئے اور ان کے دشمن ناکام و ذلیل ہوئے یہ اعلان کرتے ہوئے ابن ملجم قطامہ کے محل کے قریب پہنچا جو عرب کی مشہور دولت مند اور حسین ترین عورت تھی۔
قطامہ نے عبدالرحمان ابن ملجم کو اپنے محل میں بلایا۔ عورت، پھر صاحب ثروت اور آخر میں ایک شہرت یافتہ حسین عورت کے محل میں عبدالرحمن داخل ہوا۔
خواہش نفسانی کے جذبہ نے جوش مارا شہوت اور خواہش نفس کے سامان کے سامنے دوستی مولا علی کو بھول گیا۔

ابن ملجم کا سخت امتحان

قطامہ ابن ملجم سے مخاطب ہوئی ۔

عبدالرحمان ، تم یمنی جوان ہو ، میں تمہیں جانتی ہوں ۔

عبدالرحمان کہاں سے آرہے ہو ؟

عبدالرحمان ، میں معرکہ کارزار صفین سے پلٹ رہا ہوں !۔

قطامہ ، جنگ کیسے رہی ؟

عبدالرحمان ۔ علی ابن أبے طالبؑ کے دشمن ہار گئے اور علی خلیفۃ المسلمین کامیاب رہے ۔

قطامہ پر یہ خبر بجلی بن کر گری ، قطامہ نے عبدالرحمان سے فوراً سوال کیا میرے بھائی علی کی مخالفت میں مبارز تھے ان کا کیا بنا ؟

عبدالرحمان ! قطامہ تیرا بھائی اور تیرا باپ جنگ صفین میں میرے سامنے علی کے ساتھیوں کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں !"

قطامہ نے رونا شروع کیا ، یہ خبر دیکر عبدالرحمان چلا گیا ، لیکن دِل قطامہ کے حوالے کر بیٹھا ۔

دوسرے دِن قطامہ نے ایک لونڈی بھیج کر عبدالرحمان ابن ملجم کو اپنے محل بُلایا ... اور شرط دعوت یہ تھی کہ وہ اکیلا میرے پاس آئے اور کسی کو خبر تک نہ کرے ۔

غرض عبدالرحمان وہاں سے چھپ چھپا کر قطامہ کے محل سرائے پہنچا ۔

اب کی بار قطامہ نے خود کو خوب بنا سنوار رکھا تھا ۔

خوبصورت قیمتی لباس ، سامان آرائش و تزئین ملبوس کیا ، اور خود دروازے پر آکر عبدالرحمان ابن ملجم کا استقبال کیا ۔

خوبصورت قطامہ کو خوبصورت لباس ، خوشگوار موڈ دیکھ کر ابن ملجم دِل کی دنیا لُٹا بیٹھا ، اور عہد ایمان و اسلام کو بھُلا بیٹھا ۔

قطامہ نے ابن ملجم سے کہا کہ پھر بتا کہ جنگ میں میرے بھائی اور باپ پر کیا گزری !؟

ابن ملجم نے کہا ! قطامہ کیا پوچھتی ہو ، میں خود تیرے جوان بھائی کو گھوڑے سے گرتے دیکھا اور اس کی لاش گھوڑوں کی بھیڑ میں کافور ہو گئی !

قطامہ تیرے بُوڑھے باپ سے یہ منظر نہ دیکھا گیا ، جوان بیٹے کی گری ہوئی تلوار تیرے بوڑھے باپ نے اٹھائی اور علی کے سپاہیوں سے لڑنے لگا لیکن ہوا کیا ؟

" قطامہ اس دردناک داستان کو سُن کر تُو برداشت نہ کر سکے گی !

تیرا باپ روتا بھی تھا اور جنگ کے لیے تلوار بھی چلاتا تھا ۔

عبدالرحمان سے یہ واقعات سُن کر قطامہ ضبط نہ کر سکی اور دھاڑیں مار کر رونے لگی اور روتے روتے گر پڑی ۔

عبدالرحمان یہ دیکھ کر زیادہ راغب ہوا ، اور قطامہ کے عشق میں گرفتار ہو گیا

نہ ہر کس کو مسلمان شد توان گفتش کہ سلمان شد
کز اوّل بایدش سلمان شد و آنکہ مسلمان شد

ہر اس شخص کو جو مسلمان ہو سلمان نہیں کہا جا سکتا جو سلمان بن کر مسلمان

ہو ، دِل کا دوسروں کی دوستی کے لیے خالی ہونا ضروری ہے تاکہ پھر وہ ، قابل ہو سکے کہ وہ دوستی آل محمدؐ علیہم السلام سے مزین ہو ۔

معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ابن ملجم خواہش نفس کے ہاتھوں عشق قطامہ میں مبتلا ہو کر اپنے ارادہ اور قوت کو قطامہ کے حوالے کر دِیا اور رونی قطامہ کو سہارا کے بہانے اس سے دست درازی کرنے لگا ۔

فاحشہ کا حق مہر خونِ مرتضیٰ

قطامہ نے کہا ، عبدالرحمان تو میری مجبوری کو سمجھ میں تیری مجبوری کو جان چکی ہوں ، میں حسین اور دولتمند ہونے کے باوجود بے سہارا ہو چکی ہوں ۔

علی کی تلوار نے میری تمام امیدیں لوٹ لی ہیں ۔

تو مجھے حاصل کرنا چاہتا ہے تو میرا حق مہر گراں ہے ۔

عبدالرحمان ابن ملجم نے کہا ، قطامہ تو جو چاہے مجھے وہ قبول ہے ۔

قطامہ نے پھر یہ الفاظ دوہرائے .. کہ میرا حق مہر بہت زیادہ ہے ۔

عبدالرحمان نے کہا ! آخر کچھ تو ۔ اظہار کرو ۔

قطامہ نے کہا ! کستوری عنبر ۔ اور اس علاوہ کچھ اور ہے

پھر اٹھ کر چلی گئی ، کچھ دیر بعد آراستہ ہو کر پھر آئی ۔

عبدالرحمان نے کہا ! جو کچھ قطامہ تم کہتی جاؤ وہ مجھے قبول ہے

قطامہ نے کہا اگر سب کچھ قبول ہے تو سُنو ! عبدالرحمان

میرا آخری مطالبہ یہ ہے کہ تم علی ابن ابی طالبؑ خلیفۃ المسلمین کو قتل کرو تلوار میں خود دوں گی !۔

اُے قطامہ تو نے اپنا حق مہر خونِ علیؑ قرار دِیا ہے ؟

سچ بات یہ ہے کہ تو نے بڑا سخت مطالبہ کیا ہے ، عبدالرحمان اپنے آپ سے باتیں کیے جا رہا تھا ، اور کہہ رہا تھا اُے دنیا تجھ پر ہے تو کتنی پست ہے اچانک عبدالرحمان ابن ملجم خاموش ہو جاتا ہے

خاموش کمرے میں خاموش قطامہ کھڑی ہے۔
اور خاموشی کے ساتھ عبدالرحمان اپنی آخرت کی تباہی کا سودا فانی دنیا کے عوض گھاٹے میں چکانے کے لیے تیاری کر رہا ہے۔
اچانک قطامہ کی سریلی آواز کمرے کی خاموشی کو توڑتی ہے۔

کیا فیصلہ کیا ابن ملجم مرادی!

کیا اس مہر کے عوض تجھے مَیں قبول نہیں؟

کافی دیر خاموش رہنے کے بعد عبدالرحمن نے کہا، قطامہ مسئلہ بڑا سخت ہے تاہم میں اسے سرانجام دوں گا!۔
قطامہ علیحدہ کمرے میں چلی گئی۔ اور عبدالرحمن ابن ملجم عہد پورا کرنے کیلیے یمن کا سفر کرتا ہے۔
عبدالرحمان ابن ملجم اپنی میراث کے حصول کے لیے یمن جاتا ہے۔
عبدالرحمان کو صبح کے وقت ایک قاصد ملتا ہے، جو یمن سے آیا ہے، اس نے عبدالرحمن کو مطلع کیا کہ تیرا باپ اور چچا مر چکے ہیں اب ان کا تو ہی اکیلا وارث رہ گیا ہے، ان کو ابھی دفن نہیں کیا گیا تم خصوصی سواری کے ذریعے یمن پہنچو۔
عبدالرحمن نے دل ہی دل میں خوشی محسوس کی، کہ اب مال ہی مال ملیگا اور قطامہ کی دولت اور میرے بزرگوں کی دولت یہ سب کچھ میرا ہی ہوگا
عبدالرحمن اسی دن مولا علی کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی میرے، باپ اور چچہ مر گئے ہیں میرے رشتہ دار میرے مخالف ہیں لہذا میراث کی

تقسیم میں گورنر یمن کو لکھیں کہ وہ میری مدد کرے۔
حضرت نے گورنر کو انصاف کرنے کی تحریر لکھ دی۔ اور عبدالرحمن راہی سفر ہوا۔

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

اے مولا علی تیری ذات وہ ہے جو دشمنوں کو محروم نہیں کرتی..
.. وہ دوستوں کو کیسے محروم رکھ سکتی ہے۔

جنّات کا عبدالرحمن ابن ملجم پر سنگباری کرنا

عبدالرحمن نے آپکا وہ تحریر نامہ اٹھایا اور یمن کی جانب راہی منزل ہوا۔
دوران سفر بیابان جنگل میں رات کے ابتدائی حصّہ میں کیا دیکھتا ہے کہ، جنگل میں کچھ فاصلے پر آگ اور دھواں بلند ہے آگے بڑھتا ہے تو کیا سنتا ہے کہ جنگل میں شور ہے اور ایک فرد بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ اہالیان جنگل مطلع رہو۔ قاتل اسد اللہ علی ابن ابی طالبؑ آرہا ہے
ابن ملجم اس آواز سے کافی خوف زدہ ہوا، اور محسوس کیا یہ آوازیں، کسی انسان کی نہیں؛ قوم جنات کی ہیں
جی ہاں وہ جنات کی آوازیں تھیں جنات میں مومنین کے ایک گروہ نے ابن ملجم مرادی کا تعاقب کیا اور اسے پتھر مارے۔ جس کی وجہ سے اس نے رات کا سفر بصد مشکل گزارا۔ راستے میں آرام نہ کر سکا اور وہاں سے فرار اختیار کیا آخر کار وہ یمن پہنچا۔
مولا علیؑ کا خط اس گورنر یمن کو پہنچایا، گورنر نے خط کو چوما، آنکھوں پہ لگایا۔ اور ابن ملجم مرادی کے مطلوبہ مسئلہ کو حل کیا۔
عبدالرحمان ابن ملجم مرادی نے وراثت سے حاصل شدہ مال کو فروخت کیا۔ نقد دراہم حاصل کیے اور دل ہی دل میں باغ باغ ہو رہا تھا کہ خوب مال حاصل ہوا اب یہ میرا اور قطامہ کا ہے۔

یہ مال قطامہ کی خواہشات پر خرچ کروں گا۔
وہاں سے راہی کوفہ ہوا، راستے میں سفر کے دوران ڈاکوؤں نے عبدالرحمن کا راستہ روکا۔ تمام نقدی لوٹ لی بجز سواری اور کپڑوں کے ابن ملجم کے پاس کچھ نہ رہنے دیا۔ غرض عبدالرحمن نے خود کو ایک گزرنے والے قافلے تک پہنچایا۔ اس قافلے نے عبدالرحمن کو پناہ دی اور ساتھ لینے کا عہد کیا کہ ہم آپ کو کوفہ پہنچا دیں گے۔

تین یاروں کا ارادہ

عبدالرحمان ابن ملجم اہل قافلہ والوں سے مانوس ہوا ، اسی قافلے ہی میں دو افراد اور اُسے ملے جو ابن ملجم کے ہم فکر ہو گئے ، اس بات پر سب نے ملکر مصمم ارادہ کر لیا کہ ان اشخاص کو سر جزء قتل کر دیا جائے جو مسلمانوں میں اختلاف کا سبب ہیں ، معاویہ اور عمرو بن عاص اور خلیفہ وقت علی ابن ابی طالبؑ ۔

ابن ملجم مرادی نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی ، کوفہ پہنچتے ہی وہ قطامہ کے گھر آیا قطامہ نے اپنے ہاتھ سے اُسے شراب پلائی ، شراب کا پیالہ قطامہ نے بھرا اور ابن ملجم کے ہاتھ تھما دیا ۔

اس ام الفساد کو پینے کے بعد اپنے بدبخت ساتھیوں کی طرح سب کچھ بھول گیا ، اور قطامہ سے کہنے لگا کہ وہ اس کے قریب آئے اور اُسے دادِ عیش دے ، لیکن اس نانجیب عورت نے کہا ، جب تک تو علی کو قتل نہ کرے گا اپنی آرزو کو نہیں پا سکتا ۔

عبدالرحمن نے کہا میں ابھی جاتا ہوں اور علیؑ ابن ابیطالبؑ کو قتل کرتا ہوں

بدبخت ابن ملجم اس کام کو سرانجام دینے کیلیے سرگرم عمل ہوا ، شہوت کی ، نفسیاتی آگ نے اسے مکمل لپیٹ میں لے لیا ۔

اب اس کے خیال میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا قتل کرنا آسان کام تھا مولا علی علیہ السلام کو قتل کرنے کے مقدمات تیار کرنے لگا ، قطامہ نے کہا جو تو جیسے بہانے کر رہا ہے اس طرح علی کو قتل نہیں کر سکتا ۔

تلوار قطامہ نے عبدالرحمن کے ہاتھ میں دی ، کہا اس تلوار کی تیزی ملاحظہ کر ، غرض ابن ملجم نے تلوار کو غور سے دیکھا ۔

قطامہ نے کہا عبدالرحمن تلوار مجھے واپس کر دو اور یہ ایک ہزار روپے لو اور کوفہ سے زہر ہلاہل خرید لاؤ ۔

ابن ملجم نے کہا قطامہ زہر کی کیا ضرورت ہے ، قطامہ نے کہا عبدالرحمن زہر کی اس لیے ضرورت ہے کہ اگر تلوار کا وار صحیح اثر نہ کر سکے تو زہر میں بجھی یہ تلوار ، اسکا تھوڑا سا زخم بھی زیادہ اثر کریگا ۔

منجملہ قاتلان مولا علی علیہ السلام سے ایک اشعس بن قیس ہے ، یہ وُہ بدبخت انسان ہے جس کی بیٹی جعدہ نے امام حسن علیہ السلام کے قتل میں ابن سفیان کی مدد کی ، اس کے بیٹے محمد بن اشعث نے قتل حضرت امام

حسین علیہ السلام میں ابن زیاد کی مدد کی اور خود قاتل علی علیہ السلام ہے

سچ بات تو یہ ہے کہ عبدالرحمن ابن ملجم کا واقعہ علی کی دوستی کا دعوٰی کرنے والوں کے لیے باعث عبرت ہے ۔

ہم سب پر انصاف لازم ہے کہ ترازو میں رکھ کر تولیں کہ کہیں کسی اور کی دوستی علی کی دوستی سے زیادہ نہ ہو ۔

اے خداوند کریم تو خود ہمیں مولا علیؑ کی دوستی پر مخلص رہنے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

مجلس ہفتم

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین (سورۃ توبہ آیت ۱۱۹)

اے ایمان والو ۔ اللہ سے ڈرو ، اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

(صادقین کے ساتھ رہو)

آئمہ طاہرین کی امامت کے اثبات کے لیے منجملہ دلائل میں سے آیاتِ قرآنی اور احادیث پیغمبرؐ میں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے ۔

بطور نمونہ ایک آیتِ کریمہ قرآن مجید سے اور ایک روایت ذکر کی جاتی ہے ۔

قرآن مجید میں فرمانِ ربّ العزّت ہے کہ معنیٰ "کونوا مع الصادقین" یہ ہے کہ صادقین سے تمسک کیا جائے ، یہاں مراد ، معیّت ، جسمانی نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ انکی پیروی و اطاعت کی جائے ، معیّت معنوی مُراد ہے ۔

یعنی دائماً حرکات و سکنات ، افعال و اقوال میں صادقین کی روشنی ، دیکھیں ، اور اس کے مطابق عمل کریں ، دوسرے لفظوں میں معیت معنوی کی اصل منشاء پیروی اور اطاعت صادقین ہے ۔

یہاں جو امر قابل ذکر اور سمجھنے کا ہے وُہ ہے صادقین کی پہچان ، اور صادقین سے مراد کون لوگ ہیں ۔

صادقِ مطلق نہ صادقِ نسبتی

آیتِ کریمہ میں صادق سے مُراد صادق مطلق ہے۔ وضاحت مقصود یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ایک شخص لوگوں کے ساتھ تو سچّا ہو، لیکن خدا کی نسبت یہ شخص صادق نہ ہوگا، اس کے برعکس یہ بھی ممکن ہے کہ خدا کے ساتھ صادق ہو لیکن عوام کے ساتھ نہ ہو۔

لیکن صادق سے مراد وہ ہستی ہے جو خدا کے ساتھ بھی سچا ہو، اور خدا کی مخلوق کے ساتھ بھی درست اور سچّا ہو۔

خلوت اور جلوت میں یہ مُشکل ہے اور ایسا صادق ہونا منحصر ہے فقط معصوم کے لیے۔ کسی وقت بھی صراطِ حق سے منحرف نہ ہو اور خدا اور اسکی مخلوق سے جو بھی کہے سچ ہو۔

بس صادق مطلق وہ انسان ہے جو بالکل خواہشات نفسانی نہ رکھتا ہو اور وہ پاکیزہ خاندان فقط محمدؐ و آلِ محمدؐ۔

پوری دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کریں آپ علیؑ حسینؑ و حسنؑ علیہم السّلام جیسی ذوات مقدسہ کا نمونہ پیش نہیں کر سکتے۔ رسولؐ اکرم نے فرمایا کہ میری اس امت کے صدیق علیؑ ہیں، امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں پیغمبر اسلام سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ صدیق تین ہیں، دو پہلی امتوں کے اور ایک میری امت میں اور میری امت کے صدیق علیؑ بن ابیطالب ہیں۔

کشتی نوحؑ و ثقل اصغر

بین السنہ والشیعہ یہ حدیث مبارکہ مسلّم ہے کہ میری اہلبیت کی مثال کشتی نوحؑ کی، جو بھی اس پہ سوار ہوگیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے کنارہ کشی کی وہ غرقاب ہوا۔ (کتاب الفدیر)

اسی طرح فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ حضورؐ پاک نے فرمایا: اُے لوگو مَیں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب اللہ و عترتی، اللہ کی کتاب اور اپنی عترت جب تم ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے۔

اس روایت کے بعض اسناد میں یوں ہے کہ حضورؐ پاک نے دونوں انگوٹھوں کو ساتھ ملا کر فرمایا کہ جس طرح یہ دونوں انگوٹھے ایک جیسے ہیں ویسے ہی قرآن و اہلبیتؑ ایک جیسے ہیں، نہ ایک انگوٹھا، اور ساتھ والی اُنگلی کی مانند کہ جو ایک مقدار اور ایک مقدارِ انداز سے پُر نہیں

قرآن و عترت محمدؐ میں کوئی فرق نہیں۔

عترتِ رسولؐ معنی قرآن شرح قرآن اور قرآن کے مفاہیم کو بیان کرنے والے ہیں۔

صادقین سے مُراد بارہ آئمہ ہیں

مندرجہ بالا آیت شریفہ کے ضمن میں رسولؐ اللہ سے سوال کیا گیا کہ۔ صادقین کون ہیں؟

آپؐ نے فرمایا، علیؑ، حسن حسینؑ تا امام مہدیؑ علیہم السّلام تک ۱۲ آئمہ ہیں، یعنی یہ وہی لوگ ہیں جن کی پیروی کو اللہ تعالیٰ نے، واجب قرار دیا ہے۔ ان کے ساتھ تمسک کرو، ان کی پیروی و اطاعت کرو۔ اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھو، سورۃ مجیدہ آل عمران آیتنمبر ۱۳۵۔

حبلِ اللہ، سے مُراد وسیلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کیلیے قرار دیا ہے۔

یہ، حبلِ اللہ، علیؑ اور اس کے گیارہ فرزند ہیں۔

آپ کے زیارت نامے میں وارد ہوا ہے جس میں آپ نے فرمایا،:۔ السلام علی حبلِ اللہ المتین۔

اُے اللہ کی مضبوط ترین رسّی تجھ پر سلام ہو۔

دعویٰ امامتؑ کے مطابق معجزہ

امامت کے اثبات کیلیے منجملہ دلائل کے، معجزہ بھی ایک زندہ روشن دلیل ہے جس طرح نبوت کے اثبات کے لیے معجزہ کی ضرورت ہے اسی طرح امامت کے اثبات کے لیے بھی معجزہ کی ضرورت ہے۔

مثلاً مدعی نبوت، تو اُسے دعویٰ کے مطابق معجزہ دکھانا ہوگا تاکہ اس کا دعوی صحیح ہو سکے۔

بالکل اِسی طرح مدعی امامت کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ بمطابق دعویٰ معجزہ رکھتا ہو۔

اس امر میں شک نہیں کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور آپکے گیارہ فرزندوں نے امامت کا دعویٰ فرمایا، بمطابق دعویٰ معجزات پیش کیے، آئمہ علیہم السلام کے معجزات سے کتب مملوّا ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے اپنے حق خلافت کے غصب ہونے پر نام و فریاد کی۔

خطبہ شقشقیہ میں غاصبین خلافت کے خلاف گلہ شکوہ اور احتجاج کیا اسی طرح آپ کے فرزندوں نے، اور حجۃ ابن الحسنؑ علیہ السّلام نے دعویٰ کیا، اپنے دعوے پر ایک نہیں لاتعداد معجزے پیش کیے جو

معجزات کی کتب میں درج ہیں۔
بہت سارے سُنّی علماء نے بھی آئمہ علیہم السلام کے معجزات کے بارے میں کتب لکھی ہیں۔
سُنّی عالم محمد ابن طلحہ شافعی، ابن صباغ مالکی، عہد جدید میں آغائے شیخ عباس قمی نے کتاب منتہی الآمال میں بطور خاص معجزات آئمہ اطہار کو رقم کیا ہے۔

جنگ صفّین میں ڈوبے ہوئے سورج کو واپس پلٹانا

امیرالمؤمنین اور باقی آئمہ علیہم السّلام کے معجزات کو شمار نہیں کیا جا سکتا صرف بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جیسا کہ سرور کائنات کا مشہور معجزہ کہ آپ نے اپنی انگشت کے اشارے پر چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے وصیّ رسولؐ خلیفہ بلا فصل حضرت علی بن ابی طالبؑ نے جنگ صفین میں اپنی انگشتِ مبارک سے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس بلایا۔
رد شمس کا موضوع اسقدر اہم ہے کہ مرحوم سید میر حامد نے ایک مستقل کتاب اس کے اثبات میں لکھی ہے۔
اور قرآن کے شعراء نے جو اس واقعہ پر شعر کہے ہیں ان کو بھی رقم کیا ہے
یہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ جنگ صفین میں آپ کے لشکر میں کچھ لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا امیرالمومنین، ہم نماز عصر نہیں ادا کر سکے، اور سورج غروب ہو گیا حضرت نے اپنی انگشت مبارک سے اشارہ کیا۔ اس اشارے سے ڈوبا ہوا سورج واپس پلٹا۔
مرحوم علامہ عبدالحسین احمد آمینی نے بھی الغدیر کی جلدوں میں بطور تفصیل ان معجزات کو اہلسنت کی کتب اور مدارک سے درج کیا ہے

مولا علیؑ تو کجا مولا علیؑ کے مدّاح کیلئے سورج واپس پلٹا

علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ بزرگ علماء میں سے احمد بن، فہد حلی ایک پر شکوہ مجلس میں امیرالمومنین علی علیہ السلام کی مدح و ثناء میں مشغول تھے۔ گفتگو اتنی لمبی ہوئی کہ آفتاب غروب ہو گیا اس مقام پر شیفتہ مولا علیؑ نے آفتاب کی طرف خطاب کر کے فرمایا، اے آفتاب، جو میرے آقا و مولا علیؑ ابن ابی طالب کیلیے جنگ صفین میں پلٹا، آیا اس وقت مناسب ہے کہ تو غروب ہو جائے جبکہ میں مدح مولا علی علیہ السلام میں مشغول ہوں ۔ واپس پلٹ تاکہ میں مولا علی کی تعریف کو مکمل کر سکوں، بہ آرزو و تمنّا اس نے کی تو آفتاب واپس پلٹا ۔ بحار الانوار جلد ۹ میں یہ واقعہ موجود ہے۔
معجزات اتنے ہیں کہ جنہیں گنتی میں نہیں لایا جا سکتا۔
تحقیق یہ ہے کہ آل محمدؐ علیہم السلام کے معجزات کو شمار نہیں کیا جا سکتا لیکن کچھ کتابوں میں لکھا جا چکا ہے۔ مثال کے طور پر کتاب مدینۃ المعاجز جسمیں مولا علیؑ کے ۵۵۰ معجزات ذکر کیے گئے ہیں اور حضرت امام حسینؑ کے ۳۵۰ معجزات ہیں جو آپکی زندگی میں تحریر کیے گئے ہیں اور وہ دوسروں تک پہنچے آپکی شہادت کے بعد سے اس وقت تک کوئی سال نہیں گزرتا جسمیں اطراف واکناف سے آنیوالو نکیلئے کوئی نہ کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوتا۔

آئمہؑ کے مزار رحمت خدا کا مرکز ہیں

کچھ معجزات ان کے مراقد مطہرہ سے جو کہ رحمت الٰہی کے مراکز، انوار حقہ کا منبع اور ملائکہ کے ھبوط و سعود کا مقام ہیں، کس قدر لوگ ہر سال وہاں جاتے ہیں، اپنی مشکلات آئمہ کے حضور پیش کرتے ہیں اور وہاں سے اپنی مرادیں حاصل کرنیکے ساتھ کامیاب وطن واپس پلٹتے ہیں، کتنے لاعلاج ہیں جن کو وہاں سے شفاء ملی۔
کتنے نابینے بینا ہو کر واپس پلٹتے ہیں۔
اور اس قسم کے بہت سارے معجزات جنکو ہم ضبط تحریر میں نہ لا سکے، کسی کو کیا معلوم کتنی دعائیں ہیں جو قبر امام حسین علیہ السلام پر قبول ہوتی ہیں۔
اور کتنے حاجت مند ہیں جو اپنی مرادیں بر لاتے ہیں۔
اور کتنے مایوس ہیں جو ان مزارات پر حاضری دے کر اپنی ناامیدی کو امید میں بدل لیتے ہیں۔

مرقدِ مولا علیؑ کا معجزہ
مؤرخ ابن بطوطہ کا تحریری بیان

سنی مؤرخ ابن بطوطہ آج سے چھ سو برس پہلے کی بات نقل کرتا ہے، کہ اس نے طویل سفر نامہ لکھا، جو کوئی چیز اُسے اچھی لگی اُسے یادداشت کے طور پر محفوظ کیا ــــ وہ لکھتا ہے کہ جب میں نجف اشرف پہنچا، اور زیارتِ، مولا علی علیہ السلام پر حاضری دی تو میں نے تین اشخاص کو دیکھا۔

ان میں سے ایک نابینا تھا، دوسرا زمین گیر (اپاہج تھا، اور تیسرا سخت مریض تھا۔

میں نے ان تینوں سے پُوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟

ایک نے کہا میں خراسان سے آیا ہوں، دوسرے نے کہا اصفہان سے اور تیسرے نے کہا میں بابل کا رہنے والا ہوں۔

ابن بطوطہ تحریر کرتا ہے، مَیں نے ان سے دوسرا سوال یہ کیا کہ تم مرقدِ امام علیؑ پر کس مقصد کیلیے آئے ہو؟

اِن تینوں نے میرے سوال کے جواب میں کہا کہ، ۲۷ رجب بعثت کی رات ہے، مولا علیؑ سے حتمی درخواست کے ساتھ مزار امیر المؤمنینؑ پر حاضری، دی ہے کیونکہ یہ وُہ رات ہے کہ جس میں مولا علیؑ ایک خاص لطف وعنایت فرماتے ہیں، ہم اس سال دیر سے پہنچے اور ستائیس ۲۷ رجب تک یہیں رہینگے

ابنِ بطوطہ کہتا ہے کہ بڑی شہرت سُنی کہ چند لوگونکو قبر مطہر امیر المومنینؑ کے طفیل سے شفاء ملی

خاکِ کربلا دراصل کیمیا

سچ بات یہ ہے کہ سیدالشہداؑ کے مزار کی مٹی میں معجزہ ہے، اس خاک کا ذرّہ ذرّہ کیمیا کا اثر رکھتا ہے۔

اگر گنہگاروں کے ہاتھ وہاں تک پہنچیں تو یہ خاک ہر بیماری کیلیے شفاء بخش ہے، ناپاک ہاتھ وہاں پہنچ کر اس خاک کے اثر کو کم کر دیتے ہیں یہ وُہ مشاہد مشرفہ ہیں جہاں سے حیوانات بہرہ مند ہوتے ہیں چہ جائیکہ انسان اور شیعان حیدر کرار کم وبیش آپ نے امیر المؤمنین کی قبر کے متعلق سنا ہوگا نجف کی سرزمین قبر مولا علی علیہ السلام کی امین ہے۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو مخفیانہ دفن کیا گیا آپ کی قبر مطہر بجز آپ کے اہلبیت کے کسی کو معلوم نہ تھی، اسلیے کہ خارجیوں اور ناصبیوں نے آپ کی ہتک وحرمت کو یہاں تک پہنچا دیا تھا کہ ممکن تھا کہ جنازہ شریف کو قبر سے باہر لاکر توہین کرتے، اور بالخصوص یہ ڈر اُنے والی اموی عباسی حکومتوں سے تھا، کیونکہ وہ اس قسم کی خیانت کے درپے رہے۔

نجف اشرف ابتداء میں دریائی علاقہ تھا، اور بعد میں خشک ہوگیا اسی مناسبت سے اسکا نام نجف اشرف رکھا گیا، کوفہ کا قبرستان نجف کے قریب تھا، اور نجف کا وہ حصہ جہاں قبر مطہر علی علیہ السلام تھی، قدرے بلند اور محفوظ تھی ــــ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین علیہم السلام

مختلف مواقع پر اپنے پدرِ بزرگوار کی قبر پر تشریف لاتے اور اسی طرح بقیہ آئمہ اطہار نے بھی آپکی قبر مبارک کی زیارت کا بارہا شرف حاصل کیا

حضرت امام سید سجاد علیہ السلام، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مولا علیؑ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔

اس طرح آہستہ آہستہ آئمہ اطہار نے حضرت علی علیہ السلام کے مخلص حب داروں کو مولا علی علیہ السلام کے مقام قبر کی نشاندہی کی، ان مخلص صحابہ میں محمد ابن مسلم وغیرہ ہیں۔

ہارون کی نجف اشرف میں شکار کرنے کی کوشش

ہارون رشید اپنے عہد حکومت میں کوفہ میں شکار کھیلنے کے لیے آیا، اس نے شاہی خاندان کے پیشہ ور شکاریوں، اور شکار کرنے والے کتوں کو، نجف کے قریب جنگلوں میں چھوڑا اچانک ہرنوں کا ایک گروہ دکھائی دیا۔

شکاری کتوں کو شاہی شکاریوں نے ان ہرنوں کے پیچھے چھوڑ دیا ہرن، بھاگتے بھاگتے نجف کے ویرانے سے نکل کر ایک ٹیلے پر چڑھ کر آرام سے بیٹھ گئے وہاں سے کچھ دور تک شکاری کتے ہرنوں کے پیچھے بھاگتے رہے۔ لیکن ٹیلے کے قریب پہنچ کر تمام شکاری کتے رک گئے اور ہرنوں کی جانب جانے کی بجائے واپس پلٹ پڑے۔

ہارون اور اسکے شکاریوں نے تعجب کیا اور سوچنے لگے معاملہ کیا ہے کہ شکاری کتے ٹیلے کے قریب کیوں نہیں جاتے جبکہ ہرن بالکل سامنے بیٹھے نظر آرہے ہیں۔

تھوڑی دیر گزرنے کے بعد تمام ہرن ٹیلے سے اترے، نیچے آئے اور چلنے پھرنے لگے۔

ہارون رشید نے پھر حکم دِیا کہ شکاری کتوں اور بازوں کو پھر ہرنوں

کے پیچھے چھوڑا جائے ، باز اڑے شکاری کتے ہرنوں کے پیچھے بھاگے ، ہرنوں نے پھر ٹیلے کا سہارا لیا ، ہرن ٹیلے پر چڑھ گئے لیکن شکاری ، کتے اور باز وہاں ٹیلے پر جانے سے پھر رکے رہے ۔

ہارون پہلے کی نسبت اب کی بار زیادہ متعجب تھا آخر کار وہ سمجھ گیا کہ یہاں کوئی غیر معمولی دفن ہے اور یہ اس کی جائے مدفن ہے ۔

ہارون نے حکم دیا کہ قریب وجوار سے ایسا آدمی پیدا کریں جو اہل اطلاع ہو اور یہ راز اس سے پوچھا جائے آخر کار انھیں ایک بوڑھے کی ، رہائش کا سراغ ملا جو کچھ فاصلے پر رہتا تھا ، ہارون رشید اور اس کے ، ساتھیوں نے اس بوڑھے سے پوچھا ، کہ اس ٹیلے میں کون سا راز پوشیدہ ہے کہ ہرنوں کی طرف شکاری باز و کتے حملہ نہیں کرتے اور ہرن اس ٹیلے سے نیچے نہیں اترتے ؟

ابتدائی طور پر وہ بوڑھا ڈرا اور کچھ نہ بولا ۔ لیکن بار بار اصرار کے بعد اُس نے کہا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ اکثر اس ٹیلے پر زیارت کے لیے آتا رہا ہوں ، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کئی بار یہاں تشریف لائے اور انہوں نے بتایا کہ یہ ٹیلہ کوئی عام جگہ نہیں ہے ، یہ قبر مولا ، علی بن ابی طالبؑ ہے

ہارون نے احترام کیا ـــــ اور حکم دیا کہ اس جگہ پر مزار مبارک بنایا جائے ۔ ہارون رشید پہلا شخص تھا جس نے اپنے عہدِ حکومت میں قبر مولا علی پر قبہ تیار کروایا ۔

پھر بعد میں مختلف لوگ مقبرہ مبارک کی تعمیر کرتے رہے ۔ بالخصوص

دیالمہ کے عہد حکومت میں کافی حد تک فراوانی کے ساتھ اس ۔ مقبرہ کی تعمیر و تزئین کی اور نادر بادشاہ نے اپنے عہد حکومت میں مزار مولا ، علی علیہ السلام کی سونے سے تزئین کی ۔

یہاں پر مناسب سمجھتا ہوں کہ قبر مولا علی علیہ السلام سے متعلق ایک معجزہ بیان کروں اور اپنی گفتگو تمام کروں ۔

زائرین کی مزاحمت کرنے پر قبر مولا علیؑ سے معجزہ کا اظہار

بحار الانوار کی جلد ۹ میں بڑی تفصیل سے ایک روایت وارد ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ، زید نصاج بیان کرتا ہے کہ میرا ہمسایہ ایک بوڑھا شخص تھا اور میں اسے اپنے شہر میں بہت کم دیکھا کرتا تھا ، جمعۃ المبارک کا دن تھا غسل جمعہ کرنے کیلیے اس نے لباس اتارا ہوا تھا ، میں نے دیکھا کہ اسکی ، پشت پر ایک بڑا زخم ہے جو تقریباً ایک بالشت لمبا ہے اور زخم کی جگہ سوختہ تھی ، میں اپنے ہمسایہ بوڑھے شخص کے پاس گیا اور اس سے زخم کے متعلق پوچھا ،

پہلے تو اس نے کچھ نہ کہا ، لیکن میرے اصرار پر اس نے بادل نخواستہ اپنے اس سوختہ زخم کا قصہ یوں بیان کیا ، کہ میں عالم شباب میں تھا اور میرے چند اور ہمعمر ساتھی بھی تھے ، ہم سب اس عمر میں ہمہ قسم کے فسق و فجور میں مبتلا تھے ،

ایک روز ہم اپنے دوستوں کے ہمراہ اپنے کسی دوست کے گھر جمع تھے ، میری باری تھی کہ سامانِ عیش و عشرت باہم پہنچاؤں ، لیکن میرے پاس نقدی نہ تھی میں نے گھر سے تلوار اٹھائی اور کوفہ سے باہر ایک چوراہے پر کھڑا ہو گیا ، تاکہ کسی راہِ گذر کو لوٹوں اور اپنے ساتھیوں کیلئے سامانِ عیش و عشرت فراہم کروں کافی دیر چوراہے پر کھڑا رہا لیکن کسی کا وہاں سے گذر نہ ہوا

اسی اثناء میں بادل امنڈ آئے ، کافی تاریکی چھا گئی ، اچانک بجلی چمکی ، میں نے اس بجلی میں دو عورتوں کو دیکھا ، جو نجف اشرف کی جانب جا رہی تھیں ، وہ بزرگ کہتا ہے کہ میں جلدی سے ان کے پاس پہنچا ،

دور سے ہی بلند آواز میں ان سے یہ کہا کہ جو کچھ بھی تمہارے پاس نقدی اور زیورات کی صورت میں ہے میرے حوالے کر دو ؛ ورنہ تم دونوں کو جان سے ماردوں گا ، میرے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر ان بے چاری دونوں عورتوں نے اپنے تمام زیورات میرے حوالے کر دیئے

ایک بار پھر بجلی چمکی ، میں نے دیکھا کہ ان دونوں عورتوں میں سے ایک بوڑھی ہے ، جبکہ دوسری جوان اور خوبرو لڑکی ہے ، میری شہوت نے مجھے مجنوں بنا دیا اور میں نے اس لڑکی کی عصمت میں ہاتھ ڈالنے کا عزم کیا ، لیکن بوڑھی عورت نے مجھے روتے ہوئے یہ کہہ کر منع کیا کہ اس بچی پر ہاتھ نہ ڈالو یہ بچی یتیم ہے اور میں اس کی خالہ ہوں اور اس کے چچہ زاد بھائی (کزن) سے کل اسکی شادی طے پا چکی ہے

اور اس بچی نے مجھ سے استدعا کی کہ مجھے قبر مولا علیؑ کی زیارت کرائی جائے شاید شوہر کے گھر جانے کے بعد مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہو سکے ، یا شوہر مجھے اجازت نہ دے اور اے شخص تو مولا علیؑ کے واسطے اس بچی سے ہاتھ اٹھا لے زیور ہم نے تجھے دے دیئے ہیں اس کی عصمت میں دست درازی نہ کر بوڑھا کہتا ہے کہ میں نے اس عورت اور لڑکی کی آہ و بقاء کی پرواہ نہ کی ، اور اس یتیم بچی سے دست درازی کرنے لگا ، اس یتیم بچی نے بے کسی کے عالم میں مولا امیر المومنین کو پکارا ، اور کہا یا علیؑ میں تیری زیارت کیلیے گھر سے

نکلی ہوں اس ظالم کے مقابلے میں میری مدد کر۔
بچی کی یا علیؑ مدد کی پکار کے بعد میں نے پیچھے سے ایک آواز سنی ۔ کیا دیکھتا ہوں ، ایک سوار ہے جس نے مجھے آواز دیکر کہا۔ کہ یہاں کیا کر رہا ہے ، اٹھ کھڑا ہو یہاں سے ، میں نے تلوار لہراتے ہوئے بڑے غرور سے کہا ، کہ تو اپنے آپ کو مجھ سے نہیں بچا سکتا ، اس عورت کو کیسے بچائے گا جب میں نے یہاں تک جسارت کی تو اس سوار نے میری پشت کی طرف تلوار کی طرف اشارہ کیا مارا نہیں ، میں گرا اور بیہوش ہوگیا۔
ان دونوں عورتوں نے سوار سے کہا کہ تیری بڑی مہربانی کہ تو نے ہم کو اس ظالم کے چنگل سے نجات دلائی ہماری تم سے ایک خواہش ہے کہ ہم کو قبر مولا علیؑ علیہ السلام تک پہنچا دے اور وہاں پہنچنے تک ہمارے ساتھ رہ ۔
سوار نے مہربانی کے لہجے میں انھیں کہا کہ تمہاری زیارت قبول ہو چکی ہے میں ہی علی ابن ابی طالب ہوں ، بوڑھا کہتا ہے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ مجھے ہوش آیا۔ میں نے اپنے اوپر ضبط کرتے ہوئے ۔ جرأت کی ۔ اور مولا علیؑ سے عرض کی ، یا علیؑ مجھے معاف فرما دیجئے میں نے آج سے توبہ کا عہد کیا ہے ، حضرت علیؑ نے فرمایا اگر تو نے توبہ کا قصد کیا ہے تو اللہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے ۔
میں نے عرض کی مولا ، مجھے زخم بہت تکلیف دے رہا ہے جس پر مولا علیؑ علیہ السلام نے ہاتھ میں مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور میری پشت ۔ کے زخم پر ڈالی اور میرا زخم بالکل ٹھیک ہوگیا۔
اور یہ جو تو دیکھ رہا ہے یہ اس زخم کا اثر ہے ۔

آٹھویں مجلس ۸

مولا علیؑ کی آخری وقت چند وصیتیں

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے آخری ایام میں کچھ وصیتیں فرمائیں جن کو یوں نقل کیا گیا ہے کچھ وصیتیں آپ نے اپنی اولاد سے فرمائیں اور کچھ اپنے اصحاب سے اس وقت صرف ان وصیتوں کو رقم کیا جاتا ہے جو آپ نے اپنے اصحاب سے کہیں ۔
کتاب شریف اصول کافی میں نقل کیا گیا ہے کہ جب مولا علی علیہ السلام ابن ملجم کی ضربت سے بستر بیماری پر دراز ہوگئے اور یہ خبر کوفہ کے قرب وجوار میں پھیلی تو لوگ گروہ در گروہ آپ کی تیمارداری اور زیارت کے لیے اطراف واکناف سے کوفہ آنے لگے ۔
پہلے یہ امید کی جا رہی تھی کہ آپ ضربت کے بعد بچ جائیں گے لیکن طبیب کے بیان کے بعد یہ بات مسلم ہوگئی کہ آپ جانبر نہیں ہو سکیں گے لہذا مولا علی علیہ السلام نے چاہا کہ اپنے ساتھیوں کو وصیت فرما دیں اور اصحاب کا تقاضا بھی یہی تھا ، کہ آپ ہمیں موعظہ اور نصیحت و وصیت کریں کیونکہ اب سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ آپ ہمیں داغ مفارقت دیکر اپنے رب رحیم کے حضور پہنچنے والے ہیں ۔

فرمانِ امیر المومنین کہ موت سے فرار ممکن نہیں ؛

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ، کہ سب لوگ موت سے فرار کی سوچتے ہیں لیکن بالآخر مرنا ہی ہے ، ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ موت سے بچ جائے لیکن تمام کوششیں بے فائدہ ہیں ، جو شخص زندہ ہے ہر حزر اسے مرنا ہے ، آپ نے فرمایا ، سب کا تجربہ ہے کہ جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کے اعزہ واحباب اسے لیکر طبیب کے پاس جاتے ہیں ، وہ زندگی کی امید پر بیمار کا علاج کرتا ہے ، دوا تجویز کرتا ہے ، لیکن بالآخر اس مقابلہ میں بازی موت کا بھیڑیا ہی لے جاتا ہے

فرمان علی بن ابی طالب بصورت وصیت کہ شرک سے بچیں

آپؑ نے فرمایا کہ میری پہلی وصیت وسفارش یہ ہے کہ کسی کو خداوند متعال کا شریک نہ ٹھہراؤ ، اسی ہی کی پرستش کرو ؛ حیات و موت اسی کی جانب سے ہے اور تمام چیزیں خدا کے لیے ہیں ، غیر خدا کے لیے کچھ بھی نہیں ہے ،
پھر آخر کس بناء پر خدا کا شریک ٹھہرایا جائے ، عاجزی وانکساری ، خشوع وخضوع بھی صرف خداوند تعالی کے لیے ہے غیر اللہ کی عبادت نہ کرو ، خواہشاتِ نفس سے بچو ، اور میرے طریق زندگی پر کاربند رہنے کی کوشش کرو

از علیؑ آموز اخلاص عمل

کئی مرتبہ تم نے سنا ہے کہ جب ضربتِ مولا علی علیہ السلام سے عمرو بن عبدود زمین پر گرا ، تو آپ اس سر پھرے جوان کے سینہ پر سوار ہوئے تاکہ آپ اس مشہور زمانہ شجاع عرب پہلوان کا سر قلم کریں تو عمرو بن عبدود گستاخی کرتے ہوئے چہرہ انور پر اپنا لعاب دہن پھینک دیا ، آپ نے فوراً اسے چھوڑ دیا اور کچھ دور چلے گئے ، پھر دوبارہ پلٹ کر اس کا سر قلم کر دیا جب اختتام جنگ پر آپ سے اس عمل کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ عمرو بن عبدود کے اس فعلِ شنیع پر مجھے بہت غصہ آیا ، تو مجھے ڈر پیدا ہوا کہ جہادِ فی سبیل اللہ میں کہیں میرے ذاتی غصہ کا عنصر غالب نہ آجائے اور ذاتی عناد کے جذبہ سے اس منکرِ اسلام کو قتل نہ کر بیٹھوں لہذا میں نے اس کے سینے سے اتر کر اپنے غصہ کو ٹھنڈا کیا ، ضبطِ نفس کے بعد خالصۃً جہادِ اسلامی کے جذبہ کے ساتھ اس دشمن خدا و رسول کو واصلِ جہنم کیا ہے
میرے دور جا کر پھر پلٹ کر اسے دوبارہ قتل کرنے کی یہ حکمت تھی ؛
جی ہاں : مولا علی علیہ السلام مردِ اخلاص تھے ، اس حد تک آپ محتاط تھے کہ اس کارِ خدائی میں کسی دوسری چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ، یعنی اپنی خواہشات کو عبادت میں دخیل نہ ہونے دیا ،
اگر کوئی شخص اس حسن نیت سے کام کرے کہ لوگ اسے دیکھیں یا سنیں ، اور اسے بارک اللہ کہیں تو یہ شرک اور ریاکاری ہے ؛

اسوۂ حسنہ کو اپنائیں

رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کریں؛ میری دوسری وصیت یہ ہے کہ جن واجبات و مستحبات کو رسول خداؐ نے بجا لانے کی تاکید فرمائی ہے ان پر ہمیشہ قائم و دائم رہیں، محرمات اور مکروہات کو ترک کریں، یہ احکام انسان کی سعادت کے ضامن اور ان میں سے انسان کی راحت اور دنیا و آخرت کی حفاظت ہے؛ اگر تم اس میں خوش رہنا چاہتے ہو تو دین دار بن کر رہو، اگر کوئی شخص احکام خداوندی کی رعایت کرتا ہے تو سچ بات یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کو محفوظ کر لیتا ہے، اور یہ ایسی چیز ہے کہ تجربہ کیساتھ ہر ایک کیلئے ثابت ہے

مولا علیؑ کی انقلابی گفتگو

میں کل کے دن تمہارا ساتھی تھا، آج اس بستر مرگ پر باعثِ عبرت ہوں اور کل کے دن تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا، مولا کے اس فرمان کا یہ خلاصہ ہے کہ گذشتہ دن میں تمہارا ہمرکاب تھا، تمہاری مسجد میں آتا تھا، نماز پڑھتا تھا، تقریر کرتا تھا، آج کے دن تمہارے لیے باعث عبرت اور بستر پر لیٹا ہوا ہوں اے صحیح و سالم جسم رکھنے والو: مولائے کائنات کے سر اقدس کے زخم کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو:

زہر کے اثر سے مولا کا دست مبارک وہی تھا جس نے قلعہ خیبر کو اکھاڑا، جس دروازہ کو چالیس آدمی بصد مشکل اٹھا سکتے تھے، اب وہ ہاتھ حرکت نہیں کر سکتا

وہی دستِ مبارک جس نے خیبر میں مرحب کو اور خندق میں عمرو بن عبدود کو تہ تیغ اور فی النار کیا اور اسی ہاتھ نے درِ خیبر کو اٹھایا اور اوپر سے پورے لشکر کو گذارا اب وہ تمہارے لیے باعث عبرت بن چکا ہے

مزید برآں فرمایا: کہ اے میرے احباب و اصحاب سن لو: کل میں تمہارے درمیان نہیں ہونگا، ان ہاتھ اور پاؤں کو کفن میں لپیٹ دیا جائیگا، جنہوں نے ساری زندگی دشمنانِ خدا و رسول سے مسلسل مبارزت کی مجھے جنازہ کے بعد سپردِ خاک کر دیا جائیگا۔

بس کسی پر تجاوز نہ کریں

مزید یہ وصیت فرمائی: کہ اے صحیح و سالم ہاتھ رکھنے والو: ان ہاتھوں سے کسی کے مال کو نہ لوٹنا، کسی پر ستم روا نہ رکھنا، اور آپ نے بالائے منبر فرمایا؛ کہ اگر سارے جہان کی حکومت مجھے اس شرط پر دیجائے کہ میں چیونٹی کے منہ کا لقمہ ظلماً اس سے چھین لوں، تو ابن ابی طالبؑ ہرگز ایسی حکومت کو قبول نہیں کریگا: اے علیؑ سے دوستی کا دم بھرنے والو؛ تمہیں بھی چاہئے کہ بارکش بنو: نہ کہ بار گراں، مخلوق خدا سے نیکی کیساتھ پیش آؤ: قبل اس کے کہ تمہارے اعضاء و جوارح جواب دیدیں

تمہارے لئے بھی ایکدن ایسا آئیگا

ارشاد فرمایا؛ کہ میں نے چند دن تمہارے ساتھ گذارے ہیں میری روح اس وقت عالم بالا کیطرف پرواز کر رہی ہے اور جسم بغیر جان کے یہاں پڑا ہے، میرا اس دنیا سے جانا تمہارے لیے نصیحت ہے یعنی کہ کل کے دن تمہیں بھی کوچ کرنا ہے ملاحظہ کرو اس جسم کی حالت کل کیا تھی آج کیا ہے اور آنیوالے وقت میں کیا ہوگی۔

باامید دیدار خدا ═══ خدا حافظ

پھر آپؑ نے تمام صحابہ کو الوداع کہا، اور فرمایا میں تمہیں سپرد خدا کرتا ہوں اور تمہاری ملاقات کا منتظر ہوں اور یہ ملاقات بہت جلد ہوگی، یعنی جب تم قبر میں وارد ہوگے تو یہ ایکدوسرے سے ملاقات اور دیدار کا دن ہوگا، تم علیؑ کو دیکھو گے اور علیؑ تمہیں دیکھیں گے، بوقت موت بھی اور عالم برزخ میں بھی اور تم آنے والے ایام میں حقیقت علیؑ کو پالوگے،

وسترون ایامی غدا — وینکشف سریرتی لکم

کل کو عنقریب علیؑ کے یہ روشن ایام دیکھو گے اور اس مقام معنوی و باطنی کو پالوگے، یہاں تم اپنی ظاہری بصارت سے شکل و صورت اور ظاہری جسم علیؑ کو دیکھتے رہے اور آخرت میں اپنے باطن اور حقیقت علیؑ کا مشاہدہ کروگے، بوقت موت جیساکہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ مولا علیؑ بوقت موت ہر مومن و منافق کے پاس تشریف لاتے ہیں

مجلس نہم

نور شمس متعدد مقامات تک روشنی پھیلاتا ہے

جس طرح ہزاروں آئینے سورج کے سامنے رکھ دیے جائیں تو ایک ہی وقت میں آفتاب کا نور تمام آئینوں میں دکھائی دیتا ہے اسی طرح ہزاروں افراد ایک وقت میں مر جائیں تو علی بن ابی طالبؑ تمام کو بیک وقت نظر آئیں گے اور سب دیدار مرتضویؑ کریں گے،

اے وہ ذات جس نے فرمایا کہ "من یمت یرنی من مومن او منافق قبلا" تیری اس دلربا کلام پر فدا ہوں کاش کہ دن میں ایکہزار مرتبہ موت آئے اور ہر مرتبہ تیرا دیدار نصیب ہو "نور علیؑ سب جگہ روشن ہے" اور اہل ایمان کے دلوں کو منور جبکہ کافر و منافق کے دل کو اندھا کر دیتا ہے

مولا علی نے لشکر معاویہ کو میدان سے بھگا دیا،

جنگ صفین میں معاویہ نے ایک خصوصی لشکر ترتیب دیا جو کہ بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھا اور اپنے جسم کو فولاد سے لیس کیا بجز ان کی آنکھوں کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا تاکہ ان پر تیر و تلوار بھی اثر نہ کر سکے؛ جب یہ لشکر سامنے آیا تو لشکر امیر المومنینؑ خوفزدہ ہو گیا، آپ نے لشکر کو نصیحت و تبلیغ فرمائی پھر تنہا لشکر معاویہ پر حملہ کر دیا، ایک گروہ کو قتل کیا اور ایک کو شدید زخمی کر دیا جبکہ بقیہ لشکر گھبرا کر فرار ہو گیا، معاویہ نے انہیں لعن و طعن کی کہ تم نے اکیلے علیؑ کے مقابلہ میں یہ ذلت و رسوائی کیوں خریدی انہوں نے جواباً کہا کہ ہم جس طرف بھی رخ کرتے تھے؛ وہ ہر جانب سے مقابلہ کرتے

خبر مشہور ہے، کہ چالیس آدمی یکے بعد دیگرے مسجد میں آئے ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ گذشتہ شب مولا علیؑ ہمارے ہاں مہمان تھے

حضرت محمد مصطفےٰ ص نے فرمایا کہ گذشتہ شب تو علیؑ ہمارے مہمان تھے، جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ: کہ وہ تو گذشتہ شب مہمان خدا تھے مولا م کا ان سب مقامات پر موجود ہونا بدن مثالی سے تھا یعنی قوای علوی اور روح کلی الٰہی اس ایک تن میں قدرتی عطاء کردہ جسم کے ساتھ ہر مقام پر حاضر تھے اور یہ اس بدن مادی کا غیر ہے اور اسی بدن مثالی سے بوقت موت حاضر ہوتے ہیں

بحار الانوار میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کو اگلی دونوں طرف سے کوئی نہ پکڑے بلکہ ان کو خالی چھوڑ دیا جائے اور پچھلی طرف سے جنازہ کو حسنؑ و حسینؑ پکڑیں، جہاں پر جنازہ خود نیچے آئے وہیں دفن کر دیا جائے، جنازے کو اگلی طرف سے جبرئیل و میکائیل اٹھائے جا رہے تھے،

حضرت محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ راستہ کے دوران کوئی درخت ایسا نہیں تھا جو جنازہ علیؑ کی تعظیم نہ بجا لایا ہو، راستہ میں ایک نقاب پوش شخص جس سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی ظاہر ہوا،

سب سے پہلے حضرت امام حسنؑ کو سلام کیا اور کہا،

کہ تم علی بن ابی طالبؑ کے بڑے فرزند ہو؟ حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں۔ پھر حضرت امام حسینؑ کیطرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ تم حسینؑ بن علیؑ ہو؟ اس صاحب جناب کے فرزند اور ابو آلائمہ حسین تم ہی ہو آپ نے فرمایا، کہ جی ہاں۔ اسی وقت فرمایا کہ جنازہ مجھے دیدیں اور واپس چلے جاؤ۔

جس پر حسینینؑ شریفین نے فرمایا، کہ ہمارے والد گرامی نے وصیت کی تھی کہ بجز جبرئیل و حضرت خضرؑ کے جنازہ کسی کے سپرد نہ کرنا، اس بات کے سنتے ہی اچانک انہوں نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی کیا دیکھا کہ وہ خود امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہیں جو ہر مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں یہانتک کہ خود اپنے جنازے میں بھی موجود تھے،

مولا امیر المومنینؑ کا متعدد مقامات پر موجود ہونا

جیسا کہ بحث معاد میں یہ مشروحاً گذر چکا ہے کہ جسم مثالی کے ساتھ انسان ہر جگہ موجود ہو سکتا ہے آن واحد میں وہ ہزاروں جگہ موجود ہو، سب مرنے والوں کے پاس ملاء اعلیٰ و ملکوت اعلیٰ سب مقامات پر مولا علی بن ابی طالبؑ حاضر ہوں تو یہ کونسا محال عقلی ہے۔

ہاں جو چیز مہم ہے وہ یہ کہ ہم اپنے آپ کو ان کی تشریف آوری پر پذیرائی کے لیے آمادہ کریں اور اپنے دلوں غیر خدا کی محبت سے پاک کریں؛

دیدار علیؑ کیلئے مادیت سے تعلق توڑنا ضروری ہے

اگر ایک دنیاوی حاکم آپ کے دیدار کیلئے آئے تو کیا آپ پراگندہ حال اور لباس کثیف سے اس کے ساتھ ملیں گے تو اسوقت آپ شرم محسوس نہیں کریں گے،

تو عالم امکان بادشاہ (ولی وقت) تمہارے دیدار کو آئے جن کی نظر تمہارے ظاہر کی بجائے تمہارے باطن پر ہو اور مبادا تمہارا قلب مادی کثافتوں سے آلودہ نہ ہو اور تم ملاقات امیر المومنینؑ کے وقت شرمندہ ہو، مولا علیؑ سے ملاقات کو اہمیت دیں، ہمت کو بلند اور اپنی اصلاح کریں تاکہ تم پھر مولا علیؑ کے حضور شرمندہ نہ ہوں، مرنے سے پہلے اپنے آپ کو تیار رکھیں ایسے کام کریں بجز محبت خدا کے اور مادی چیز کی محبت تمہارے دل میں نہ ہو

بعد از علی حسنینؑ شریفین کی اطاعت کریں

آپ کی وصیت کا ایک حصہ جو آپ نے اپنی اولاد سے فرمایا، جس میں اپنے بعد مسئلہ امامت کو واضح فرمایا،

حضرت محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ آپؑ نے آخری ایام میں ایک رات اپنی تمام اولاد و اقربا، کو بلایا اور فرمایا کہ تم سب پر لازم ہے کہ میرے بعد میرے بڑے فرزند امام حسنؑ کی اطاعت کرنا کیونکہ وہ میرے بعد تمہارے امام ہیں اور امام حسنؑ سے فرمایا کہ آپ اپنے بعد امام حسینؑ کو جانشین مقرر کرنا اور یہی وصیہ حسینؑ کو فرمائی کہ اپنے بعد اپنے فرزند زین العابدین سید سجاد کو امام نامزد کرنا اور حدیث میں موجود ہے کہ جب آپ وصیت فرما رہے تھے اس وقت بیمار کربلا سید الساجدین تین یا چار برس کے تھے؛

آپ نے اپنی وصیت کے آخر میں یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی

جس نے ذرہ برابر نیکی کی، اور جس نے ذرہ برابر برائی قیامت کے دن دونوں کو بدلہ دیا جائیگا

اے انسان تو یہ سمجھتا ہے کہ میں نے کسی کو گالی دی تو وہ فضا و ہوا میں گھل گئی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا اثر بدتیرے اندر باقی ہے اور یہ تیرے نامہ اعمال میں ثبت و ضبط ہو گئی اور عالم ملکوت میں میری صورت مزور دیکھے گا، اور ضرور شرمندہ ہو گا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی،

یہ رفتار ہے انکی جو صاحبان عمل ہیں، جو صحیح معنوی میں علوی و حیدری بننا چاہتا ہے،

اسے چاہیے کہ وہ رفتار و کردار ابن ابی طالب کو اپنائے اور اس راستہ پر چلے جس پر علی ابن ابی طالب چلے

نیک ارواح روحِ مؤمن کے استقبال کیلئے آتی ہیں

امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہا السلام بستر بیماری پر تشریف فرما ہیں حضرت کے آخری لمحات ہیں؛ دیکھا کہ جناب سیدہ ام کلثومؑ بہت زیادہ گریہ کر رہی ہیں۔

امیر المؤمنینؑ نے اپنی بیٹی کو قریب بلایا اور فرمایا؛

کہ اے میری بیٹی: تمہارے باپ کیلئے کوئی خوف نہیں، اگر تم اس مقام کو دیکھ لو جہاں تمہارا باپ جا رہا ہے تو تم خوشحال و مسرور ہو جاؤ،

اسوقت پیغمبر خدا تشریف لا چکے ہیں، میرے چچا سید الشہدا حضرت امیر حمزہؓ اور بھائی جعفر طیارؑ بھی آ چکے ہیں

پھر آپؑ نے پیغمبروں کی ارواح کو سلام کیا اور آخر میں فرمایا

السلام علیک یا عزرائیل؛

سب کو معلوم ہو گیا، کہ امیر المومنینؑ کی روح پرواز کر گئی

اور اس دار البلاء سے آپؑ کو نجات ملی

تمت الکتابۃ ۲۰ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ یوم ولادت جناب
یوم الخمیس سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

کاتب M. Hayat

مجالسِ سید الشہداؑ پر نایاب کتابوں کا اردو ترجمہ

۱- **مفتاح الجنۃ** مؤلف آقائے مقدس زنجانی
چار چار کے اعداد پر ۵۰ مجالس کا مشہور مجموعہ۔ ہدیہ ۰/

۲- **انوارِ خمسہ المعروف مفتاح الجنۃ حصہ دوم**
مؤلف آقائے مقدس زنجانی۔ پانچ پانچ کے اعداد پر بیس معرکہ آرا مجالس ہدیہ ۰/

۳- **معالی السبطین فی احوال الحسنؑ والحسینؑ** جلد اول
مؤلف آقائے محمد مہدی مازندرانی۔ ولادت تا شہادت امام حسنؑ،
ولادتِ امام حسینؑ تا شامِ عاشور، شہادت اولاد امام حسنؑ

۴- **معالی السبطین فی احوال الحسنؑ والحسینؑ** جلد دوم
مؤلف آقائے محمد مہدی مازندرانی۔ شہادت امام حسینؑ، شام غریباں،
سفر کوفہ و شام، واپسیٔ مدینہ تا خروج مختار۔

۵- **ریاض القدس** (جلد اول) مؤلف آقائے صدر الدین قزوینی
ولادت امام حسینؑ تا شہادت انصار حسینؑ بروز عاشور

ملنے کا پتہ

۹۔ شیر شاہ بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

مجالسِ سید الشہداؑ پر نایاب کتابوں کا اردو ترجمہ

۶- **ریاض القدس** (جلد دوم) مؤلف آقائے صدر الدین قزوینی
شہادت اولین بنی ہاشم بمثل پیمبرؐ شہزادۂ علی اکبرؑ تا واپسیِ مدینہ۔

۷- **نفس المہموم** جلد اول۔ مؤلف آقائے شیخ عباس قمی شہادت امام حسینؑ پر نایاب کتاب

۸- **الدمعۃ الساکبہ** از: آقائے محمد باقر (زیر طبع)
بعد از شہادت امام حسینؑ واقعاتِ کوفہ و شام و واپسی مدینہ۔

۹- **تاریخچۂ عزاداریٔ حسینی**: مؤلف آقائے شہرستانی
عزاداری سید الشہداؑ پر ایک نایاب کتاب

۱۰- **سید الشہداؑ**: مؤلف شید محراب آیۃ اللہ دست غیب اعلی اللہ مقامہ

۱۱- **مہیج الاحزان** | ۱۲- **اسرار شہادت** جلد اول جلد دوم
مجالس سید الشہداؑ پر مشہور و معروف کتب | مؤلف آقائے وربندی، مجالس کی نایاب کتاب

۱۳ **ریاض الاحزان** جلد اول و دوم۔ مؤلف آقائے قزوینی
حالاتِ سید الشہداؑ و سفر کوفہ و شام پر صاحب ریاض القدس کے والد کی نایاب ترین کتاب

۱۴- زندگانی حضرت فاطمۃ الزہراؑ قیمت ۵۵ روپے ۱۵- زندگانی حضرت زینبؑ قیمت ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ: ۹۔ شیر شاہ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور